تحفہ

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث پاک کا مفہوم ہے کہ تحفہ دیا کرو اس سے محبت بڑھتی ہے اور یہ حرف بحرف سچ ہے۔ مگر تحفہ کو رشوت کے طور پر استعمال کرنا نہ صرف ناجائز ہے بلکہ سخت گستاخی اور دیدہ دلیری ہے۔ نیز اس حدیث کا اطلاق جانبین پر ہے۔ یعنی دو مسلمان ایک دوسرے کو تحفہ دیا کریں۔ یہ مقصد ہرگز نہیں کہ ایک فریق دیتا رہے اور دوسرا صرف لیتا رہے۔

سب سے پہلے تو میں اپنی بات عرض کروں کہ کوئی ساتھی مجھے تحفہ دینے کی بجائے وہ رقم دارالعرفان کے فنڈ میں دے تو میں بھی بہت خوش ہوں گا۔ اللہ کریم بھی راضی ہوں گے۔ اور وہ رقم زیادہ مفید مقصد پر خرچ ہو سکے گی۔ میرے لیے یہ اشیاء خرید کرانے کی بجائے اسی رقم کو خواہ وہ تھوڑی ہو دارالعرفان کے فنڈ میں جمع کرلیئے اور ضرور کرائیے کہ دین و دُنیا میں اس کا فائدہ زیادہ ہے۔

اب دوسرا نمبر صاحبِ مجاز حضرات کا ہے تو بندہ کی طرف سے کسی صاحب مجاز کو تحفے جمع کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ احباب کو بھی چاہیئے کہ جو لوگ دینی کام کر رہے ہیں۔ اُن کا اجر اور ان کی عادات دونوں کو خراب نہ کریں۔ اللہ کریم کی برکات ناجائز ذرائع استعمال کر کے حاصل نہیں کی جاسکتیں۔

نیز

جو ایسا کرے گا انشاء اللہ اُسے مزید ترقیِ منازل بھی نصیب نہ ہو گی۔ خواہ وہ صاحب مجاز ہو یا عام ساتھی۔ لہٰذا آئندہ سے تحفوں کی سب رقم دارالعرفان کے فنڈ میں جمع کرائی جائے۔

والسلام

فقیر محمد اکرم اعوان

صفر المظفر ۱۴۱۳ھ ، اگست ۱۹۹۲ء

جلد: ۱۴ شمارہ: ۱

ماہنامہ المُرشد لاہور

رجسٹرڈ ایل نمبر ۸۶۰۷

یکے از مطبوعات :- ادارہ نقشبندیہ، اویسیہ دار العرفان چکوال

فہرست مضامین

اداریہ ـــــ ۳

شامی مسلمان ـــــ ۴

مقصدِ حیات ـــــ ۱۱

نفاذِ اسلام میں رکاوٹ ـــــ ۱۷

اسلام زندہ رہے گا ـــــ ۲۸

عمل ـــــ ۳۷

بھول ـــــ ۴۲

بدل اشتراک

فی پرچہ: ۱۲ روپے ششماہی: ۶۰ روپے

چندہ سالانہ: ۱۲۰ روپے تاحیات ۱۲۰۰ روپے

غیر مُلکی

سالانہ - تاحیات

سری لنکا، بھارت، بنگلہ دیش ۲۰۰ روپے - ۲۰۰۰ روپے

مشرق وسطیٰ کے ممالک ۵۵ سعودی ریال - ۲۵۰ سعودی ریال

برطانیہ اور یورپ ۱۲ سٹرلنگ پونڈ - ۶۰ سٹرلنگ پونڈ

امریکہ و کینیڈا ۲۵ امریکن ڈالر - ۱۲۵ امریکن ڈالر

پتہ:- ماہنامہ المرشد - اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور، ٹیلیفون لاہور ۸۴۴۹۰۹

ناشر:- پروفیسر حافظ عبد الرزاق، پرنٹرز:- طیب جمال، ریٹی گن روڈ - لاہور

ماہنامہ **المرشد** کے :

بانی : حضرت العلام مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ
مجدد سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

سرپرست : حضرت مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ
شیخ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ

مشیر اعلیٰ
نشر و اشاعت : پروفیسر حافظ عبدالرزاق ایم۔اے (عربی) ایم۔اے (اسلامیات)

ناظم اعلیٰ : کرنل (ریٹائرڈ) مطلوب حسین

مدیر : تاج رحیم

اداریہ

اسلام، اسلام، اور اسلام۔ ہر طبقے اور ہر گروہ کا اپنا اسلام ہے۔ ہر حکمران طبقے کا اپنا اسلام، جو بھی برسرِ اقتدار آیا نافذ کرنے کا دعویٰ کر دیا۔ عوام کا اپنا اسلام۔ جو حکمران کے اسلام کو رد کرنے، نکاح اور جنازہ پڑھنے تک محدود ہے۔ مولویوں کا اپنا اسلام جو ماضی کی چند شخصیات کے کارنامے رٹ کر بیان کرنے سے نکل کر زمانہ حال میں نہیں آتا۔ مَردوں کا اسلام، جس کی تمام شریعت صرف عورتوں پر لاگو ہوتی ہے۔ عورتوں کا اسلام جو رنگا رنگ رسومات اور ڈراؤنے توہمات کا مجموعہ ہے۔ پیروں اور سجادہ نشینوں کا اسلام جو عرسوں سے باہر نہیں جھانکتا۔ گانے والے فنکاروں کا اسلام جس میں "سید" بننا ضروری ہے۔ قوالوں کا اسلام جس میں لمبی تان اور عمدہ سُر سے ہی جنت کا دروازہ کھل سکتا ہے۔ دانشوروں کا بھی اپنا ایک اسلام ہے۔ جو تقریروں اور تحریروں میں قید ہے۔ اس کے علاوہ بھی بے شمار اسلام ہیں۔ اور ہر اسلام کے جان نثار بھی بے شمار ہیں۔ البتہ ان اسلاموں کی سرحد قطعی نہیں بلکہ ایک دوسرے کے ساتھ تانے بانے کی حالت میں بنی ہوئی ہیں۔ کوئی حکمرانی مسلمان کسی گویئے اسلام کی سرپرستی کر رہا ہے تو کوئی مولوی حکمرانی اسلام کے برحق ہونے کا مفتی ہے۔ یوں آپ کسی ایک اسلام کو دوسرے اسلام سے قطعی جدا نہیں کر سکتے۔ کیونکہ سب کا مرکزی کردار ایک ہی ہے وہ ہے "مفاد"۔ مختلف حالات میں جس کے نام مختلف ہو جاتے ہیں جیسے دولت، شہرت، اقتدار، غربت، جہالت وغیرہ۔ کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان ڈھیر سارے اسلاموں کے تانے بانے پر محوِ حیرت کھڑے ہیں۔ اور عقل کی رہنمائی سے انکاری ہیں کیونکہ عقل کی پرواز تو "مفاد" کے حد پر آ کر رک جاتی ہے۔ دوسری شے جو انسان کو متحرک کرتی ہے وہ ہے دل۔ عقل نے چند خصوصیات دل کے لیے چھوڑ رکھی ہیں۔ مثلاً پریشانی، خوشی اور سکون۔ عقل کسی حماقت کا مرتکب ہوتا ہے۔ تو پریشانی دل کو ہوتی ہے۔ لیکن خوشی، سکون اور اطمینان عقل کے راستے نہیں بلکہ بلا واسطہ دل وصول کرتا ہے۔ عقل کی بے شمار خوبیوں سے انکار نہیں لیکن یہ خوبیاں صرف اُس صورت میں اُجاگر ہوتی ہیں جب عقل دل کی تابع ہو۔ لیکن اکثر حالات میں اور اکثر لوگوں میں عقل "مفاد" کی غلام رہتی ہے۔ ایسی حالت میں وہ دل کو پریشانی کے سوا دے بھی کیا سکتا ہے۔ اور یہ بے شمار اسلام تو عقل ہی کی پیداوار ہیں۔ یہ کچھ لوگ جو محوِ حیرت کھڑے ہیں ضرورت ہے کہ اُن کے دل رہنمائی کا فریضہ سنبھال لیں۔ اُن کے قلوب میں جنون کا وہ جذبہ موجزن ہو جائے۔ کہ وہ اسلاموں کے ان بے شمار بتوں پر محمودِ غزنوی بن کر ٹوٹ پڑیں۔ صرف ایسے ہی جنونی لوگ وہ اسلامی انقلاب برپا کر سکتے ہیں جو "اللہ" نے انسانیت کے لیے پسند فرمایا۔ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے انسانیت تک پہنچایا۔

تاج رحیم

مثالی مُسلمان

مولانا محمد اکرم اعوان

ہمارا یہ مل بیٹھنا یہ اجتماع یہ حاضری یہ نہ کوئی روایتی جلسہ ہوتا ہے اور نہ روایتی عرس کی تقریبات کے مطابق پائی جاتی ہے اس کے بنیادی مقاصد دو ہیں۔ سب سے پہلا اور بڑا مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم حضرت رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ سے توجہ حاصل کر کے کیفیاتِ باطنی میں تازگی پائیں قوت پائیں اور مزید محنت کرنے کے لیے اللہ جل شانہٗ سے توفیق طلب کریں۔ دوسرا بہت بڑا اہم مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم تجزیہ کر کے دیکھ سکیں کہ ہم نے اَب تک کیا کھویا کیا پایا۔ کیوں کہ یہ موقع بھی اِسی دارِ دنیا میں ہے جب دنیوی زندگی تمام ہو گی تو پھر محاسبہ کرنا اللہ کریم کے اپنی بارگاہ میں اپنے دربار میں اُس کی طرف سے ہو گا۔ پھر بندے کے پاس اپنا احتساب کر کے کسی تبدیلی کو اختیار کرنے کی کسی کمی کو پورا کرنے کی یا توبہ کرنے کی یا واپس آنے کی گنجائش باقی نہیں رہے گی۔ جہاں تک پہلی بات کا تعلق ہے اُسے بھی زمانے کی رسومات اور مروجہ بدعات سے تشبیہہ نہ دی جائے نہ اُس کی طرف سمجھا جائے آج کے دور میں مذہب بھی ایک تجارت سے کم نہیں رہا لوگ عبادت نہیں کرتے کاروبار کرتے ہیں۔ لوگ اہل اللہ کے پاس حاضری میں اس بات کو فیض سمجھتے ہیں۔ یا اس بات کو برکت سمجھتے ہیں۔ وہ اُن کی دُنیوی خواہشات کی تکمیل ہوتی ہے لیکن دینی اعتبار سے اِسے فیض نہیں کہا جا سکتا۔ اگر دینی اعتبار سے دنیوی حاجات کی بر آوری یا دولت کا ملنا یا آرام کا ملنا فیض ہوتا تو پھر یہ فیض جو سب سے پہلے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے انہیں نصیب نہیں ہوا اُن سے دنیا چھین لی گئی اُن سے دنیوی آرام چھین لیے گئے۔ اُن سے گھر بار دولتیں چھین لی گئیں۔ لیکن انہیں ملا کیا۔ پورے جہاں پہ کفر کا راج تھا۔ اُن کے دل میں شمع توحید روشن ہو گئی۔ پورا جہان ذاتِ باری کے نام تک سے بے خبر تھا۔ وہ اللہ کی ذات تک سے واقف ہو گئے پورے جہان کا کفر اُن کی زبان سے یہ نہ کہلوا سکا کہ ہم اللہ کے علاوہ کسی اور پہ بھی بھروسہ رکھتے ہیں تو فیض کی تعین ہو گئی۔ بڑے آرام سے بڑی سہولت سے کسی پیچیدگی میں پڑے بغیر کہ اہل اللہ سے فیض کا مقصد ہوتا ہے کہ آدمی کا عقیدہ اللہ کے ساتھ صاف ستھرا اور پختہ تر ہو جائے اتنا پختہ عقیدہ نصیب ہو جائے کہ وہ اُس کے عمل کو متاثر کرے اس کی زندگی کو اُس کی سوچوں کو متاثر کر دے۔ دنیوی معاملات کے لیے دعا کرنا جرم نہیں بلکہ عبادت ہے۔ چونکہ دعا ہی وہ چیز ہے جو بندے کو یاد دلاتی رہتی ہے کہ دنیاوی ضروریات کو پورا کرنے کے لیے اللہ کی اطاعت ضروری ہے اللہ سے دعا کرے گا تو پھر یہ کوشش بھی کرے گا کہ کام کو کرنے کی اُس کی جو کوشش ہے وہ اللہ کی اطاعت کی حدود سے متجاوز نہ ہو لیکن اُسے پورا کرنا نہ کرنا

اس کا پورا ہونا ہمارے حق میں مفید ہے یا نہیں یہ وہ بہتر جانتا ہے۔ عین ممکن ہے ایک وقت ہمیں کھانا نہ ملے۔ فاقے سے لبریز ہو جائے اور ہم یہ سمجھیں ہم پر بڑی تکلیف آ گئی لیکن دوسرا پہلو ہماری نگاہ میں نہیں ہوتا شاید اُس وقت ہم کھانا کھاتے تو ہماری موت کا سبب بن جاتا۔ شاید کسی بڑی بیماری کا سبب بن جاتا۔ شاید کسی ایذا کا سبب بن جاتا وہ پہلو ہماری نظر میں نہیں ہوتا۔ جسے رب جلیل دیکھ رہے ہوتے ہیں۔ جسے ہم تکلیف سمجھتے ہیں وہ بھی راحت ہوتی ہے۔ چونکہ اللہ اپنے بندوں سے اتنا کریم ہے کہ نہ میں سوچ سکتا ہوں نہ اس کے کرم کو آپ ناپ سکتے ہیں۔ ہم سوچ ہی نہیں سکتے کہ کوئی ہستی اتنی مہربان بھی ہو سکتی ہے۔ ہمارے علم ہمارے ادراک ہماری سوچوں کی حدود سے بڑھ کر ہے وہ جو کسی نے کہا تھا نا۔

دوستاں را کجا کُنی محروم
تو کہ با دشمناں نظر داری

تیری بارگاہ میں تو دشمن پل رہے ہیں تو اُن کی روزی بند نہیں کرتا تو اُن کا سانس نہیں گھونٹ دیتا اُن پر سے سورج کی روشنی روک نہیں دی۔ اُن پر تیری بارشیں برستی ہیں۔ اُن کی اولاد ہوتی ہے اُنہیں تو نے ملک حکومتیں اور سلطنتیں دے رکھی ہیں تو جو تیری یاد میں تیرے ذکر میں تیرا نام لیتے ہیں۔ تیری اطاعت کرتے ہیں بھلا انہیں تو کب محروم رکھے گا اُس کا کرم اتنا وسیع ہے اُس کی بارگاہ میں تو اُس کے دشمن بھی پلتے ہیں۔ تو پھر دوستوں کو مایوس ہونے کی کیا ضرورت ہے یہ دراصل مایوسی یا بد دلی جو آتی ہے ہم پر ہمارے علم کی کمی اور ہماری سمجھ کے اُس کمزوری کی وجہ سے ورنہ اُس کی طرف سے جو ملتا ہے وہی بہتر ہوتا ہے۔ ہمارے حق میں بہتر ہوتا ہے اس لیے وہ دیتا ہے۔ اُس کے احسانات بے حساب ہیں۔ لیکن تاریخ کے اِس دھارے میں جہاں اُس نے ہمیں لا کھڑا کیا ہے۔ وہاں چودہ سو سالہ

تاریخ تصوف میں آج سے پہلے کسی کو کھڑا نہیں کیا گیا۔ آپ پوری تاریخ اسلام دیکھ لیجئے۔ خیر القرون کے بعد حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ وہ بابرکت دور ہے کہ جو بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں پہنچا۔ صحابی ہو گیا۔ کوئی قید نہیں مرد ہے عورت ہے بچہ ہے بوڑھا ہے عالم ہے جاہل ہے مالدار ہے غریب ہے۔ صحابیت سے مشرف ہو گیا۔ اب صحابیت میں جو مدارج ہیں وہ اپنی استعداد کے بعد اللہ کی عطا کے مطابق پاتا رہا ہے کسی نے کتنی بلندیاں پائیں کسی نے دوسری کوئی خوبی حاصل کی کسی کا جیسے جیسے مزاج تھا۔ ویسے ویسے کمالات نصیب ہوتے گئے تو بنیادی طور پر شرف صحابیت سے سب مشرف ہوئے یہ عطائے باری صحابہ کے دور میں بھی رہی جو اُن کی خدمت میں پہنچا صحابی ہو گیا۔ یہی کرم تابعین کے عہد میں بھی رہا۔ اس لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ تین زمانے سب سے بہتر زمانے ہیں۔ خیر القرون میرا زمانہ وہ لوگ جنہوں نے میرا زمانہ پایا۔ پھر وہ لوگ جنہوں نے اُن لوگوں کا زمانہ پایا۔ جنہوں نے مجھے دیکھا تھا پھر وہ لوگ جنہوں نے اُن لوگوں کا زمانہ پایا جنہوں نے صحابہ کو دیکھا یعنی صحابہ کا عہد تابعین کا عہد اور تبع تابعین۔

تبع تابعین کے بعد یہ نعمتِ عامہ اس طرح تقسیم ہونے سے روک دی گئی۔ پھر خال خال لوگوں کو نصیب ہوئی ہر شخص کو نہیں ہر آنے والے کو کیفیاتِ قلبی نصیب نہ ہو سکیں بلکہ جنہوں نے محنتیں کیں عمریں لگائیں پھر اُس میں بتدریج کمی ہی آتی چلی گئی یہ نہیں کہ اہل اللہ میں لوگ چھوٹے چھوٹے آئے یا لوگ متقی نہیں تھے یا لوگوں کے مدارج کم تھے۔ منازل کے اعتبار سے بڑے بڑے اللہ کے مقرب بندے آئے۔ بڑے بڑے علوم ظاہری و باطنی کے فاضل ایسے ایسے نامور نام ملتے ہیں، جن کی نظیر تاریخ میں نہیں ملتی۔ لیکن یہ اللہ کی عجیب تقسیم ہے کہ یہ نعمت تو باقی رہی۔ کیفیاتِ قلبی تو باقی رہیں جو دین کی روح

تھی۔ لیکن منتخب افراد کے لیے۔ ہر بڑے سے بڑے ولی اللہ نے اپنے لاکھوں مریدوں میں سے دو چار پانچ کو منتخب کر کے انہیں کیفیاتِ قلبی کے راستے پر ڈالا باقی سب کو دعائیں دیں۔ زبانی وظیفہ بتا دیا نیکی کی تلقین فرمائی لیکن یہ کوئی نہ کر سکا اور یہ اللہ کی طرف سے تھا کسی کے بس میں نہیں تھا کہ خیر القرون کے بعد ہمیشہ پوری تاریخ تصوف کو اُٹھا کر دیکھ لیجئے۔ بڑے بڑے نامور بڑے بڑے نامی گرامی بڑے بڑے پہاڑوں جیسے عظیم نام سورج جیسے روشن نام آپ اُٹھا کر دیکھیں تو اُن کی خدمت میں بھی آپ کو دو تین چار پانچ ایسے لوگ ملیں گے جنہیں انہوں نے لاکھوں میں سے چُن کر انہیں قلبی کیفیات تقسیم کیں یا انہیں طریقہ قلبی ذکر سکھایا باقی کسی کو نہیں۔ ہر زمانے کی اپنی ضروریات ہوتی ہیں۔ اللہ کریم نبی رحمت صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہٖ وسلم سے پہلے جہاں ضرورت ہوتی تھی نبی علیہ السلام مبعوث فرماتے تھے۔

نبی علیہ السلام صرف علوم نہیں لاتا نبی علیہ السلام صرف خبریں نہیں لاتا نبی علیہ السلام صرف باتیں نہیں کرتا نبی علیہ السلام کیفیاتِ قلبی بھی تقسیم کرتا ہے اور نبی علیہ السلام پر ایمان لانے والا اُس نور سے بھی اپنا حصہ پالیتا ہے جو نبی علیہ السلام کا قلب تقسیم فرماتا ہے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت تمام کر دی گئی اور یہ ذمہ داری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خدام کو امتِ مرحومہ کے مسلمانوں کو عطا فرمائی گئی۔ علم نبوت علوم ظاہری کے ساتھ کیفیاتِ باطنی رکھتا ہے۔ ہر وہ عالم جس نے صرف ظاہری علوم حاصل کئے اور کیفیاتِ قلبی حاصل نہیں کیں۔ اُس نے ادھورا علم حاصل کیا۔ نامکمل علم حاصل کیا۔ ایک آدمی علوم ظاہری حاصل کر لیتا ہے اور کیفیات قلبی اُس کے پاس نہیں ہوتیں تو بہت کم خوش نصیب ہوتے ہیں جن کے لیے وہ علم علم کا کام دیتا ہے یا اُس پر عمل بھی نصیب ہوتا ہے۔ ورنہ عموماً علم سے دماغ بھرا رہتا ہے اُس کا اثر دل تک نہیں جاتا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ کچھ لوگ جنت میں ایک دوسرے سے ملیں گے خوش ہوں گے دنیا کی باتیں یاد کریں گے۔ ایک زمانے کے لوگ ہوں گے دنیا میں مل کر رہے ہوں گے۔ اُس وقت کو یاد کریں گے اُن باتوں کو یاد کریں گے، باتوں باتوں میں کہیں گے یار ہمارے یہاں جنت تک پہنچنے کا سبب تو فلاں بندہ بن گیا تھا۔ وہ ہمیں یہ باتیں بتاتا تھا کہ یہ کرو یہ نہ کرو تو ہم نے اُس کی بات پر عمل کیا تو اللہ ہمیں یہاں تک لے آیا۔ اُس سے تو ملاقات نہیں ہوئی اُسے بھی دیکھنا چاہیئے تھا۔ اور اُس کا شکریہ ادا کرتے اس نے تو ہم پر بڑا احسان کیا تھا، وہی تو یہ سب کچھ بتاتا تھا ہم نے تو یہ سیکھا ہی نہیں تھا تو اُن باتوں کو سمجھ کر اور اُن پر عمل کر کے ہم یہاں آ گئے تو اُسے بھی ملنا چاہیئے۔ حدیث میں موجود ہے کہ وہ جب دیکھیں گے تلاش کریں گے ڈھونڈیں گے تو اُنہیں وہ شخص جہنم میں نظر آئے گا۔ حیران ہو جائیں گے وہ کہیں گے عجیب بات تیری باتیں سن سن کر ہم یہاں پہنچ گئے اور تو وہاں کیا کر رہا ہے وہ کہے گا یہ میری بد نصیبی تھی جو باتیں میں تمہیں بتاتا تھا اُن پر میں عمل نہیں کرتا تھا۔ بس تمہیں بتاتا رہا لیکن میں اُن باتوں کو اپنا نہ سکا۔

اس حدیث مبارک کے مستحق وہ خوش نصیب ہیں جنہیں علوم ظاہریہ کے ساتھ کمالات قلبی کمالات باطنی اور روحانی برکاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوں۔ حقیقتاً فریضہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نبی اسرائیل وہ لوگ ادا کرتے ہیں جو اللہ کے دین کی بات بھی بتاتے ہیں۔ اللہ کے نبی علیہ السلام کی سنت بھی بتاتے ہیں۔ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی برکات بھی سینوں میں اور قلوب میں انڈیل دیتے ہیں۔ کامل فیوضاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم جن کے طفیل پہنچتے ہیں۔

اور یہ یاد رکھیئے ہر صاحبِ حال عالم ہوتا ہے۔ ہر عالم صاحبِ حال نہیں ہوتا۔ یہ جو مقدس اعلان ہے نبی کریم صلی اللہ

علیہ وسلم کا میری سمجھ کے مطابق اس کے مستحق وہ افراد ہیں جنہوں نے اِن گذشتہ ڈیڑھ ہزار سال کی طویل مدتوں اور لمبی راتوں میں اس کے طوفانی دنوں میں اور اس کے انقلاب آشنا زمانوں میں کفر کی اُٹھتی ہوئی لہروں میں ظلم و جور اور تشدد کے بہتے ہوئے دریاؤں میں اور خون کی ندیوں میں بھی لوگوں کے دلوں کو گرمانے کا اور لوگوں کو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا کرنے کا فریضہ انجام دیا جانیں دے دیں • زندگیاں اپنی تلف کر دیں۔ اپنی ساری کوششیں ختم کر دیں۔ لیکن یہ نور وہ بانٹتے ہی رہے ۔ حتیٰ کہ اُن کی قبور اور مشتِ خاک بھی قلوب کو گرمانے کا سبب بن گئیں جہاں وہ دفن ہوئے۔ تو یہ ہر دور کی ہر عہد کی ضرورت ہوتی ہے جس طرح اُس وقت نبی علیہ السلام مبعوث ہوتے تھے۔ اس اُمتِ مرحومہ میں ایسے علماء پیدا کر دیئے جاتے ہیں اور وہ وارثِ نبوت ہوتے ہیں۔ ہر شخص نہیں وہ لوگ جن سے اللہ یہ خدمت لیتا ہے کہ وہ علوم ظاہری کے ساتھ کیفیات قلبی بانٹتے ہیں میری سمجھ جہاں تک کام کرتی ہے جو میں نے اِس حدیثِ پاک سے سمجھا ہے وہ عرض کر رہا ہوں ہر ایک شخص کو اپنی سمجھ کے مطابق بات کرنے کا حق حاصل ہے لیکن میں جو سمجھ سکا ہوں بالکل یہی ہے

تو جس طرح نبی علیہ السلام زمانے کی ضرورت کے مطابق علوم اور کیفیات لے کر مبعوث ہوتے تھے جو نبی علیہ السلام جس قوم میں مبعوث ہوتا تھا اُس کی ضروریات اس کی عادات اس کے حالات کے مطابق جو چیز اُسے ضرورت ہوتی تھی جتنی اُسے ضرورت ہوتی اُتنی لے کر مبعوث ہوتا تھا اور ایک نبی علیہ السلام اگر ایک قوم میں مبعوث ہوا ہے تو دوسری قوم کے مسائل حل کرنے سے اُس کا تعلق نہیں ہوتا تھا کہ اُن کا کیا مسئلہ ہے، ان کا حل چاہیئے۔ ان کی ذمہ داری نہیں ہوتی جس کی طرف مبعوث ہوا ہے اُن کا مسئلہ کیا ہے وہ کس جرم میں مبتلا ہیں اُن کا تدارک کیسے کیا جا سکتا ہے۔ اُن کی رہنمائی کے لیے کس بات کی ضرورت ہے یہ اِس کا فریضہ ہوتا تھا۔ اِسی طرح بعثتِ نبویہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد عہد خیرالقرون کے بعد جہاں جہاں اِس اُمتِ مرحومہ کو جس طرح کی اور جس طاقت کی رہنمائی کی ضرورت ہوئی اُس طرح کے لوگ اللہ کریم پیدا فرماتا رہا۔

اَب جو زمانہ آیا ہے اَب اِس دور میں لوگوں کے قلوب لوگوں کے ذہن اور لوگوں کے دل اتنے دور جا چکے ہیں۔ اتنے سیاہ ہو چکے ہیں اتنے سخت ہو چکے ہیں اتنے مادہ پرستی سے مغلوب ہو چکے ہیں۔ اتنے عیش و عشرتِ دُنیا میں ڈوب چکے ہیں کہ اب صرف زبانی تبلیغ اِن کے دلوں کو متاثر نہیں کر سکتی۔ یہ بڑی واضح اور عام فہم بات ہے۔ ہر آدمی سمجھ سکتا ہے کہ کتنی تبلیغ آج ہوتی ہے اس کا پہلے تصور بھی نہیں تھا کیونکہ یہ ذرائع نہیں تھے۔ لوگوں کے پاس یہ آج کے اخبار رسالے یہ آج کے ریڈیو ٹیلیویژن یہ آج کے ذرائع ابلاغ یہ کہاں تھے۔ ان سب پہ تبلیغ ہوتی ہے لیکن اُس کا اثر کیا ہوتا ہے عملی زندگی میں کوئی اثر نہیں ہوتا۔ جو لوگ تبلیغ کے لیے سفر کرتے ہیں۔ وہ خود دین پر عمل کرنے کی جب باری آتی ہے عملی زندگی میں جب آتے ہیں کاروبار میں جب آتے ہیں لین دین میں جب آتے ہیں حقوق کی بات جب آتی ہے تو مار کھا جاتے ہیں تو پھر کیا فائدہ ہوا اُس سے حاصل کیا ہوا کہ جو شخص خود دوسروں کو تبلیغ کرنے کے لیے پھر رہا ہے وہ اپنے فرائض اپنے حقوق میں کوتاہی کر رہا ہے اُس کی باتوں سے دوسروں کو کیا حاصل ہوگا۔ اِس کی وجہ جانتے ہو کیا ہے؟ صرف یہ زبانی باتیں ہیں کیفیاتِ قلبی نہیں اور آج کا انسان زبانوں سے متاثر نہیں ہوتا۔ یہ آج کے انسان کی ضرورت تھی کہ اُسے وہ خوراک دی جاتی۔ ہر مرض کا ایک سٹیج ہوتا ہے۔ ایک سٹیج پہ ایک گولی کھانے سے آرام آجاتا ہے ایک سٹیج پہ اُسے دس گولیاں کھانی پڑتی ہیں۔ کسی سٹیج پہ اُسے سو گولی کا کورس کرنا پڑتا ہے۔ ایک سٹیج ایسا بھی آتا ہے کہ وہ دوا بدلنی پڑتی ہے

مرض پر وہ اثر ہی نہیں کرتی۔ اُس سے طاقت ور کوئی دوا دینا پڑتی ہے۔ تو آج کا جو مرض ہے گمراہی کا اس کے لیے اِس کی جو دوا ہے وہ کسی زندہ دل سے انوارات و تجلیات کسی دل پر منعکس ہوں وہ اس کو متاثر کرے تو تب اُس کا دماغ زبانی باتوں کو بھی قبول کرے گا اور اگر یہ نہیں ہوگا تو وہ شخص آپ کی باتیں تو سنے گا لیکن محض حکایت کی طرح کام اپنی پسند سے کرے گا۔ بات آپ کی بھی سُن لے گا۔ تو اللہ کریم نے اس دور کی انسانیت کی ضرورت کی تکمیل تو فرمانا تھی۔ ہم نہ ہوتے کسی اور کو یہ شرف حاصل ہو جاتا مالک ہے وہ ساری کائنات کا۔

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ جسے چاہتا ہے وہ اس پہ احسان فرما دیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے لیکن یہ اُس کا احسان ہے کہ یہ شرف اس نے ہمیں عطا فرما دیا۔ آپ کو جو یہ حکومت نظر آتی ہے جسے آج کا مادی انسان حکومت سمجھتا ہے یہ کوئی حکومت نہیں ہے ملک کا انتظامی سربراہ ہو جانا یہ کوئی حکومت نہیں ہے یہ محض وقتی اور لمحاتی باتیں ہیں۔ اِس سے جو کچھ حکمرانوں کو حاصل ہو رہا ہے۔ وہ سب کے سامنے ہے۔ میں یہ سمجھ رہا ہوں کہ آج کے حکمرانوں کو سوائے ذلت و رسوائی کے کچھ بھی حاصل نہیں ہو رہا۔ کیا ہوا سال ڈیڑھ سال دو سال چار سال انہوں نے کسی پہ حکم چلا لیا تو اُس کے بدلے اُن کی قبروں کو بھی جوتے پڑتے رہتے ہیں فائدہ کیا ہوا، حاصل کیا ہوا۔ حکومت تو اُس کا نام ہے جو اللہ لوگوں کے دلوں پر عطا کر دیتا ہے۔ سب سے مقرب سب سے پیارے بندے اللہ کے نزدیک اللہ کے رسول علیہم السلام ہوتے ہیں۔ انہیں لوگوں کے دلوں پہ حکومت عطا کرتا ہے۔ کسی قوم کی خوش بختی تھی کہ اس کے نبی علیہ السلام کو اُس کا انتظامی معاملہ بھی نبی کے ہاتھ میں چلا گیا۔ یہ اُس قوم کی بہت خوش نصیبی تھی۔ لیکن ہر قوم کے دلوں پر نبی علیہ السلام کی حکومت بہرحال قائم کی گئی مادی حکومت سب انبیاء علیہم السلام کو نہیں دی گئی۔ مادی سلطنت سب نبیوں کو نہیں دی گئی یہ کبھی ہوا ہے کہ ایک زمانے میں نبی علیہ السلام موجود ہے لیکن انتظامی سربراہ دوسرا ہے۔ قرآن حکیم میں بھی موجود ہے کہ قوم کا انتظامی سربراہ یا بادشاہ کوئی دوسرا ہے اور نبی اور رسول علیہ السلام بھی اُس قوم میں موجود ہے۔ انتظامی سربراہ کو ملک کا حکمران تو آپ کہہ سکتے ہیں لوگوں کے دلوں کا حکمران نہیں۔ لوگوں کے دلوں پر حکومت نبی اور رسول علیہ السلام کی تھی۔ سب سے بڑی حکومت جو ہے:

تُؤْتِی الْمُلْکَ مَنْ تَشَاءُ جسے چاہتا ہے ملک دیتا ہے یہ سب سے عظیم ملک جو ہے اُس سلطنت پہ اُس کی حدود میں لوگوں کے قلوب آتے ہیں دل آتے ہیں دلوں پر سلطنت عطا کرتا ہے۔ اور یہ نعمت غیر مترقبہ اس دور میں اس عہد میں ہمیں اس فراوانی سے عطا کی کہ پوری تاریخ تصوف میں یہ پہلی دفعہ ہے کہ روئے زمین پر کوئی ایک ایسا آدمی ہو جس کے سلسلے سے جس کے سینے سے جس کی طلب پر روئے زمین کی انسانیت انوارات الٰہی پاتی ہو۔ یہ پہلی دفعہ ہو رہا ہے۔ پوری تاریخ تصوف اُٹھا کر دیکھیے۔ بہت بڑے بڑے نامور حضرات جن کی جوتیوں کی خاک بھی ہم نہیں ہو سکتے اور جنہوں نے دینی خدمت کرنے کا حق ادا کر دیا۔ لیکن یہ ذمہ داری اُن پر نہیں ڈالی گئی۔ جتنا کرم ہوتا ہے جتنا احسان ہوتا ہے جتنی ذمہ داری ہوتی ہے اتنا محاسبہ بھی ہوتا ہے۔ اِس کے ساتھ یہ بھی ہو گا کہ ہمیں میدانِ حشر میں اِس دور کی پوری انسانیت کے ساتھ کھڑا ہو کر یہ بتانا ہو گا کہ بارالٰہا جاپان کے اِن لوگوں کو ہم نے تیرا پیغام پہنچایا تھا۔ چین کے اِن لوگوں سے ہم نے تیری بات کی تھی۔ افریقہ کے ان رہنے والوں کو ہم نے تیرے نام کا طریقہ سکھایا تھا۔ امریکہ کے اِن انسانوں تک ہم نے تیرا پیغام پہنچایا تھا۔ یورپ کے ان مکینوں کو ہم نے تیرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے آشنا کرنے کی کوشش کی تھی۔ اگر یہ نہیں مانا تو یہ اِن کی مرضی ہم نے اپنا حق ادا کیا تھا۔

یہ ثابت کئے بغیر میری اور آپ کی جان نہیں چھوٹے گی اور یہ معمولی بات نہیں ہے بیعت لے لینا پیر بن جانا لوگوں سے احترام کرا لینا یہ تو بڑی مزے دار شے ہے لیکن اُن لوگوں کے ساتھ بارگاہِ الوہیت میں کھڑا ہو کر جواب دینا یہ اتنا آسان نہیں ہوگا اور یہ ثابت کرنا پڑے گا۔ انبیاء علیہم السلام کو ثابت کرنا پڑ جائے گا۔ جہاں نبیوں سے پوچھا جائے گا۔

ءَ اَنتَ قلت الناس اتخذونی و امی الھین۔

اے میرے نبی علیہ السلام تو نے اِن سے کہا یہ کہتے ہیں ہم سے تیرے نبی علیہ السلام نے کہا تھا کہ میری عبادت کرو اور میری ماں کو بھی خدا مانو مجھے بھی خدا مانو۔ تو جب نبی علیہ السلام اور رسول علیہ السلام کو یہ ثابت کرنا ہوگا کہ لوگو! تم غلط کہہ رہے ہو۔ میں نے تمہیں یہ نہیں کہا تھا۔ یہ کہا تھا اور اللہ تو خود گواہ ہے میں نے انہیں کیا کہا تھا تو ما دشما کی کیا حیثیت ہے۔ پھر تو ہمیں بھی یا ثابت کرنا پڑے گا کہ ہم نے کسی دنیوی لالچ کے لیے نہیں، لوگوں سے پیسے بٹورنے کے لیے نہیں، انہیں محض اپنا ماتحت اور غلام بنانے کے لیے نہیں، ان سے ہاتھوں پہ بوسے دلوانے کے لیے نہیں، اللہ تیری رضا کے لیے اِن تک تیرا پیغام پہنچایا تھا چونکہ نبی علیہ السلام کے خلوص پہ تو شک ہی نہیں کیا جا سکتا وہ تو ثابت ہی ثابت ہے وہ تو حاضر ہو کر ثابت ہو جائے گا ئیں اور آپ کیسے ثابت کریں گے ہم تو نبی نہیں ہیں۔ ہمارے پاس تو عصمتِ نبوت نہیں ہے۔ ہم تو وہ پاکیزہ ذہن پاکیزہ اور بلند خیال نہیں رکھتے۔ جو نبی علیہ السلام کو نصیب ہوتا ہے ہم تو عام آدمی ہیں ہم میں تو خواہش نفس بھی ہے۔ ضرورتِ دنیا بھی ہے۔ شہوت انسانیت بھی ہے ہم میں تو ساری خرابیاں موجود ہیں تو ان ساری خرابیوں کے ساتھ اگر ہم خود کو محض مقدس انسان سمجھ کر عملی زندگی کا تجزیہ نہیں کریں گے تو بچنے کی کوئی صورت ہے ؟

ایک عام آدمی بڑے آرام سے نجات پا جائے گا لیکن ایک عالم یا ایک مذہبی رہنما یا ایک پیر یا ایک حکمران بڑی دیر کھڑا رہنے کے بعد جا سکے گا۔ جو خوش نصیب اللہ کی رضا پا بھی گئے۔ اللہ سے رحم حاصل کر کے نجات پا بھی گئے۔ بڑی دیر کھڑا رہ کر پائیں گے۔ کتنے لوگوں پہ حکومت کی۔ کتنے لوگوں سے باتیں کیں کتنے لوگوں پہ تمہیں اقتدار ملا۔ کتنے لوگوں نے تم سے محبت کی۔ کتنے لوگ تمہارے پاس حاضر ہوئے۔ کس کس کو تم نے کیا کیا دیا۔ تو اس بات پہ خوش تو آدمی ہو سکتا ہے۔ میرے لاکھوں مُرید ہیں لیکن اس معاملے پہ نظر کر کے سمجھ آتی ہے کہ لاکھوں آدمیوں کے فارغ ہونے تک وہاں کھڑا رہنا پڑے گا اور اُن میں سے کوئی ایک آدمی بھی اُس کو گھسیٹ کر عذاب میں لے جا سکتا ہے۔ ایک حدیث شریف میں آتا ہے حضرت رحمۃ اللہ علیہ اکثر دہرایا کرتے تھے کہ ایک ایک خاتون چار چار مردوں کو اللہ کی بارگاہ میں کھڑا کیے ہوئے ہوگی۔ باپ سے پوچھا جا رہا ہوگا۔ تیرے پاس چھوٹی سی بچی تھی تو نے اسے دینی تربیت دی ؟ بھائی سے پوچھا جائے گا تیرے ساتھ کھیلی تھی پلی بڑھی تھی۔ تو نے اِس کے دین کا خیال کیا ؟ خاوند سے پوچھا جا رہا ہوگا۔ تیرے ساتھ تو اس نے زندگی گزار دی تو اسے نمک مرچ مصالحے تک کے لیے ڈکتا رہا کیا تو نے اس کے دین کی فکر بھی کی ؟ اور بیٹے کی باری بھی آجائے گی کہ تو اسے والدہ محترمہ کہتا رہا، ماں سمجھتا رہا کیا تو نے ماں کی دنیا کے ساتھ ماں کے دین کی فکر بھی کی ؟ فرمایا : چار مرد تب تک وہاں ماخوذ رہیں گے جب تک اُس عورت کا معاملہ طے نہیں ہو جاتا۔ ایک خاتون کا معاملہ جب تک وہ بارگاہِ الہٰی سے فارغ نہیں ہو جاتی۔ چار بندے بھی وہاں کھڑے رہیں گے۔ اِن چار میں سے چاروں پھنستے ہیں دو پھنستے ہیں۔ ایک پھنستا ہے یا بچ جاتے ہیں۔

یہی حال رہنماؤں کا بھی ہوگا۔ یہی حال پیروں کا بھی ہوگا علماء کا بھی ہوگا، حکمرانوں کا بھی ہوگا۔ یہ آج کے بدمستیاں کرنے

والے حکمران انہیں اندازہ اُس وقت ہوگا جب دس کروڑ ، بارہ کروڑ انسانوں کے ساتھ کھڑا ہو کر یہ بات ثابت کرنا پڑے گی کہ اللہ ہم نے حق و انصاف میں تو کمی نہیں کی۔ یہ لوگ خود بُرائی کرتے تھے۔ یہ اتنا آسان نہیں ہوگا۔

تو ہماری یہ جو بہت بڑی اہمیت ہے۔ ایک بہت بڑا اعزاز اللہ نے دیا ہے۔ بجا طور پر میں اللہ کا شکر ادا کرتا ہوں۔ معذرت خواہانہ رویے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم کوئی غلطی نہیں کر رہے۔ اللہ کا احسان ہے یہ اُس نے ایک قوت دی ہے، ایک طاقت دی ہے۔ اپنا احسان فرمایا ہے کہ روئے زمین کا ہر خطہ اُس میں خواہ دو ہیں یا دس ہیں لیکن اللہ کے نام کا ذکر ضرور کرتے ہیں دنیا کے ہر ملک میں اِس سلسلہ عالیہ سے منسلک ہیں اور انہی برکات سے مستفید ہو رہے ہیں اور انہی انوارات و تجلیات کو اپنے سینوں میں بسائے ہوئے ہیں۔

لیکن اس ساری محنت کا حاصل کیا ہے؟ دین کس طرح سے پھیلا تھا۔ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں نبی رحمت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کا سب سے لمبا خطبہ جو ہے پوری حیاتِ دنیوی میں وہ ہے خطبہ حجۃ الوداع سب سے لمبی تقریر جو حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی اور سب سے اہم تقریر جو بھی جسے منشورِ انسانیت کہا جاتا ہے وہ ہے خُطبہ حجۃ الوداع دو تین چھوٹے چھوٹے پیرگراف ہیں۔ کتنا لمبا ہے وہ۔ دو تین چھوٹے چھوٹے پیرہ گراف ہیں۔ وہ پانچ چھ چھ سات سات جملوں کے باقی ساری تقریریں اِس سے مختصر ہیں۔ کسی صحابی کا آپ لمبا خطاب تاریخ سے نہیں ڈھونڈ سکتے چھوٹے چھوٹے خوب صورت مختصر جملے تو پھر اسلام کیسے پھیلا۔ وہ لوگ خود مثال بن گئے تھے اسلام کا۔ اسلام اُن لوگوں کو دیکھ دیکھ کر پھیلا۔ جہاں بھی وہ پہنچے کفار نے اُن کا اُٹھنا بیٹھنا آپس میں ان کا اخلاق اُن کا سکون سے سونا اُن کا بشاشت سے اٹھنا اُن کا سختی میں بھی ہشاش بشاش رہنا آزادی میں بھی سرنگوں رہنا حکمران ہوتے ہوئے انکساری کرنا اور قیدی ہوتے ہوئے تن کر رہنا۔ کہتے تھے یہ کیسے عجیب لوگ ہیں۔ لوگ قید ہو جائیں تو روتے ہیں۔ حکمران بن جائیں تو اکڑتے ہیں۔ یہ تخت پر بیٹھے ہوں تو سرنگوں ہوتے ہیں۔ کسی دشمن کی قید میں ہوں تو سینہ تان کر بیٹھے ہوتے ہیں۔ اِن کے پاس ہے کیا؟ لوگ بھوک سے دھوپ سے گرمی سے پریشان ہو جاتے ہیں۔ یہ ہشاش بشاش ہو جاتے ہیں۔ لوگ شکم سیر ہو کر کھاتے ہیں تو ڈکراتے ہیں یہ سیر ہو کر کھاتے ہیں تو سجدہ کرتے ہیں بات کیا ہے یعنی اِن کا ہر عمل اُن کا ہر رُخ اِن کی ہر ادا جو ہے وہ باقی لوگوں سے مختلف ہے اور بڑی مزے دار ہے بڑی پُرسکون ہے۔ آگ برس رہی ہے تو سونے کے وقت یہ آرام سے سوتے ہیں۔ انہیں فکر ہی نہیں ہوتی کہ آگ برس رہی ہے بڑے سے بڑا حکمران آجائے ان پر خوف طاری نہیں ہوتا اور کوئی بھی نہیں ہوتا تو یہ کھڑے ہوئے رو رہے ہوتے ہیں۔ پتہ نہیں یہ کس کے سامنے رو رہے ہوتے ہیں۔ یہ کیا بات ہے یہ کون لوگ ہیں یہ کیا کرتے ہیں؟ اور کتنی مزے دار زندگی ہے ان کی تب وہ پوچھ سکے کہ یہ مزا جو تمہیں آیا ہے ہم بھی لے سکتے ہیں۔ ہم بھی ایسے جی سکتے ہیں جیسے تم جیتے ہو یہ وعظ تھا اُن کا۔ یہ تقریر تھی اُن کی جہاں وہ پہنچے۔ ملکوں کے ملک مسلمان ہوتے چلے گئے اُس سکون قلب اُس طمانیت اُس بشاشت اور اُس پُرلطف زندگی کو پانے کے لیے۔ ہماری ان ساری کوششوں کا حاصل بھی یہی اور آپ ہی ہیں۔ اگر ہماری عملی زندگی میں یہ رونق نہ آئی تو میری اور آپ کی تقریروں کا کیا حاصل ہوگا۔ لوگ تقریریں کو نہیں۔ لوگ آپ کو دیکھیں گے لوگ یہ دیکھیں گے کہ یہ سارا فلسفہ جو یہ جھاڑتے ہیں۔ یہ سارے اتنے بڑے بڑے دعوے جو یہ لوگ لئے بیٹھے ہیں اور یہ اپنی پارسائی کے قصے جو بیان کرتے ہیں۔ ان کی اپنی زندگی کیسی ہے یہ بچوں کے ساتھ گزارا کیسے کرتے ہیں۔ یہ بیویوں کے حقوق کیسے ادا کرتے ہیں۔ والدین کے ساتھ

اِن کے معاملات کیسے ہیں۔ بھائیوں بہنوں کے ساتھ اِن کا رشتہ کیسا ہے۔ دوستوں سے کیسی وفا کرتے ہیں۔ دشمنوں کے ساتھ کہاں تک اِن کی شدت ہے۔ ان کی دوستی کیسی ہے اِن کی دشمنی کیسی ہے ان کا وعدہ کیسا ہے۔ پورا کرتے ہیں نہیں کرتے۔ کماتے کیسے ہیں جائز ہے ناجائز ہے، خرچ کہاں کرتے ہیں جائز پر ناجائز پر۔ ان کا اور اِن کے نبی علیہ السلام کا رشتہ کتنا مضبوط ہے۔ ان کا اور اِن کے اللہ کے معاملات کتنے قریبی ہیں تعلقات کتنے قریبی ہیں اگر اُن میں مَیں اور آپ کامیاب ہیں تو ہم نے اللہ کی دی ہوئی قوت سے حق ادا کر دیا پھر باقی لوگوں کی قسمت ہے کہ انہیں یہ نعمت نصیب ہوتی ہے یا نہیں۔ لیکن اگر ہمارے کردار کے سبب ایک شخص بھی گمراہ ہوگیا تو قیامت میں یہ ثابت کرنا کہ یا اللہ تُو نے تو مجھے دیا تھا لیکن مَیں نے ذرہ سستی کی تیرا ایک بندہ ضائع ہوگیا۔ یہ بات وہاں آسانی سے آدمی کو نکال نہیں سکے گی وہ بے نیاز فرمائے گا۔ ایک بندہ ضائع نہیں ہوا دو ہو گئے تو بھی ساتھ جا۔ ایک ضائع نہیں ہوا دو ہو گئے ضائع کرنے والا بھی ضائع ہی ہونا ہے تو بھی اب اس کے ساتھ جا۔

حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس یہ حاضری محض رسمی حاضری نہیں ہے۔ یہ حاضری اِن دو بنیادی نقطوں پر متوجہ کرنے کے لیے ہے۔ حضرت رحمۃ اللہ تعالٰے علیہ مرکز ہیں۔ ان سب برکات کا۔ برکاتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم مجھ تک آپ تک انہیں کے مقدس سینے سے پہنچیں اور یہی وہ شخص ہے جس نے اس بے نام و نشان گاؤں سے اُٹھ کر وہ شمع جلائی جو پوری دُنیا میں روشنی پھیلا رہی ہے۔ یہ معمولی بات نہیں ہے۔ ایک شخص جس کا ماحول ابھی تک دین آشنا نہیں ہے جس کے گرد لینے والے ابھی تک دین کو نہیں سمجھ سکے جس کے پاس رہنے والے اِس کے ارد گرد دیسنے والے اِس کے گاؤں کے لوگوں کو ابھی خبر نہیں ہو سکی۔ اس شخص نے ویرانے میں جا کر۔ آج تو یہاں تک موٹر آ سکتی ہے۔ بڑا عرصہ ہم حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ پکی سڑک سے یہاں تک پیدل آئے ہیں

اور یہاں سے حضرت کے ساتھ پیدل وہاں تک گئے ہیں۔ تو اس ویرانے میں جس کا کوئی نام و نشان نہیں۔ دنیا کے نقشے میں ڈھونڈے سے نہیں ملتا۔ پینے کو پانی نہیں، رہنے کو گھر نہیں۔ بیٹھنے کو جگہ نہیں ملتی نہ کوئی تعلیمی یونیورسٹی ہے۔ نہ کوئی اکیڈمی ہے۔ نہ کوئی INSTITUTION ہے۔ نہ کوئی ادارہ ہے۔ یہاں سے اُٹھ کر مردِ خدا نے وہ روشنی وہ محبتیں بانٹیں وہ شفقتیں بانٹیں وہ نور بانٹے جس نے ایک عالم کے دلوں کو گرما دیا تو یہ ہمارا یہاں واپس آنا اُس RENEVAL کے لیے ہے کہ ایک توجہ ایک نظر ایک صحبت اور ہو جائے لیکن صرف اِس لیے نہیں۔ ساتھ یہ بھی ہے کہ ہم یہ بھی محاسبہ کر سکیں کہ پہلے آنے اور پھر دوبارہ آنے تک ہم نے عملی زندگی میں کتنا مثبت سفر طے کیا ہے۔ عملی زندگی میں ہم برائیوں سے کتنے دور ہوئے ہیں اور عملی زندگی میں ہم اللہ کی اطاعت سے کتنے قریب ہو گئے ہیں اس لیے کہ ہم پر اللہ کا اتنا بڑا احسان ہے کہ پندرہ سو سالوں میں پوری تاریخِ اسلامیہ میں نہیں ملتا۔ اور یہ معمولی بات نہیں ہے کہ جاپان جیسے کفر گڑھ میں امریکہ جیسے آوارہ گرد ملک میں اور یورپ جیسے بے راہ رو لوگوں میں بھی اللہ کی یاد پیدا کر دی جائے یہ معمولی بات نہیں ہے یہ محض اللہ کی دی ہوئی قوت سے ہے یہ آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔ لوگ اتنے دور جا چکے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ کوئی انسان اتنا دور بھی جا سکتا ہے لیکن یہ اللہ کی دی ہوئی تُؤۡتِی الۡمُلۡکَ مَنۡ تَشَآءُ جسے چاہتا ہے یہ طاقت عطا کر دیتا ہے اور قلوب مسخر ہوتے چلے جاتے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے کہ لوگ کس طرح قبول کرتے ہیں کتنی محنت کرتے ہیں اور کتنے تبدیل ہو جاتے ہیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیں یہ نہ ہو کر یورپ کے بیچ سے اُٹھ کر، جاپان کے کفرستان سے اُٹھ کر، امریکہ کے آوارہ گرد فضاؤں سے اُٹھ کر وہ لوگ جنت میں ہوں اور آپ کو تلاش کرتے پھر رہے ہوں وہ بندہ کہاں ہے۔ اس کا بھی خیال رکھو اپنی عملی زندگی کا اپنے فکر کا اپنے کردار کا محاسبہ کرتے رہیے۔ اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیں اور اپنے اس کرم کو مزید عام کر دے اور یہ توفیق دے کہ ہم خود کو بھی اس کا بندہ ثابت کر سکیں اور بے شمار بندوں کو اس کی بارگاہ تک لانے کا سبب بن سکیں۔ (مرشد آباد۔ ۲۸ فروری ۱۹۹۲ء)

وَآخر دعونا اَنِ الحمد للہ رب العالمین

مقصدِ حیات

مولانا محمد اکرم اعوان

اللہ جل شانہ نے انسان کو وہ شعور عطا فرمایا ہے جس سے یہ اللہ کی عظمت کو پہچان سکتا ہے اور یہ دارِ دُنیا سارا اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ یہ انسان کی خدمت کرے۔ انسان اس سے خدمت لے۔ اس میں رہے، بسے کھائے پیئے۔ زندگی گزارے۔ لیکن یہ جینا یہ کھانا پینا یہ زندگی گزارنا اُس مقصد کے لیے ہے جس کے لیے اسے پیدا کیا گیا اور جس کی اِسے استعداد دی گئی اور وہ ہے اللہ کی پہچان۔ اللہ کی معرفت، اللہ کی رضا طلب اور اللہ کا قرب۔ لیکن یہاں قاعدہ اُلٹ گیا۔ انسانوں کی اکثریت نے اللہ کے قرب کو چھوڑ کر محض دُنیا کی دولت کو مقصدِ حیات بنا لیا۔
آج کے دَور میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس قدر سائنس نے ترقی کی جس قدر ایجادات آئیں تو بنیادی فلسفہ ہر ایجاد کا یہ ہے کہ وہ ایجاد انسان کی خدمت کرے۔ لیکن ہُوا کیا کام بالکل اِس کے اُلٹ ہو رہا ہے۔ مشینیں بنائی گئیں انسان کی خدمت کے لیے لیکن اب انسانوں کو اُن مشینوں کی خدمت سے فرصت ہی نہیں۔ جن ملکوں میں سارا کام مشینیں کرتی ہیں گھاس کاٹنے سے لے کر کھانا پکانے تک، کپڑے دھونا مشین کا کام۔ برتن صاف کرنا مشین کا کام۔ روٹی پکانا آٹا گوندھنا ہانڈی بنانا، چائے بنانا مشین کا کام، کمرے کی صفائی مشین کا کام، دیوار پر رنگ کرنا، گھر بنانا یہ بھی مشین کی ذمہ داری ہے تو وہاں لوگ فارغ ہوتے ہوں گے۔ لیکن حیرت اِس بات پر ہے کہ اِن ملکوں میں لوگوں کو ایک دوسرے سے بات کرنے کی بھی فرصت نہیں یعنی اُن مشینوں کو چلانے میں وہ اتنے مصروف ہیں کہ انہیں دوسرے کسی کی بات سُننے کی فرصت نہیں اگرچہ مشینوں نے انسان کے اُن کاموں میں جو انسان کو اپنے ہاتھ سے کرنے پڑتے تھے اور بہت مشقت لگتی تھی اُن میں بہت مدد کی اور وہ کام مشینیں کر دیتی ہیں لیکن مشینوں کو چلانے کے لیے اُنہیں کام کے قابل رکھنے کے لیے اُن کی مرمّت اُن کی مینٹیننس اور ان کی نئی نئی مصنوعات بنانے کی جو فیکٹریاں ہیں انہوں نے انسان کو اپنی ذات سے بھی بیگانہ کر دیا اور اس کے پاس کھانا کھانے کی فرصت نہیں رہی۔
یہی حال اِس معاملے میں بھی ہُوا کہ لوگوں نے دُنیا ہی کو اپنا مقصد بنا لیا اور اُسی دوڑ میں ساری عمر ضائع کر دی کہ کون زیادہ پیسے کماتا ہے۔ کون زیادہ دولت جمع کرتا ہے۔ کون زیادہ خوبصورت مکان بناتا ہے کون زیادہ جائیداد خریدتا ہے۔ اِس دوڑ میں لگے لگے زندگی ختم کر دی۔ اللہ کریم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلّم کو خطاب فرماتے ہوئے آپؐ کی عظمت بیان فرماتے ہیں۔

وَمَا اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا كَآفَّةً لِّلنَّاسِ

ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری انسانیت کے لیے مبعوث فرمایا ہے۔ پوری انسانیت جو آج تک گزر چکی ہے جو آج زمین پر موجود ہے جو قیامت تک آئے گی اگر وہ ساری انسانیت ایک لمحے زمین پر جمع کر دی جائے اور وہ سارے کے سارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لے آئیں تو سارے کے سارے اللہ کے مقرب ہو جائیں گے۔ ایک لمحے سب کے قلوب منور ہو جائیں گے سب کے سینے روشن ہو جائیں گے اور سارے کے سارے عظمتِ انسانیت کی بلندیوں پر فائز ہو جائیں گے یہ وہ منصب جلیلہ ہے اور یہ ہیں وہ برکات اور یہ ہے وہ نور جو وجودِ اطہر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم میں اللہ نے رکھا۔ اِن ساری انسانیت کے لیے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ایک ذات کو مبعوث فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ وسعتِ نظر دی وہ علوم عطا فرمائے اُن حالات کی خبر دی کہ آدمی جو کام اِس دُنیا میں کرتا ہے اُس کا نتیجہ اللہ کی بارگاہ میں کیا ہو رہا ہے اُس کا نتیجہ قبر میں کیا پیش آئے گا اُس کا نتیجہ میدانِ حشر میں کیا پیش آئے گا۔ یہ یہاں بتا دینا یہ منصب نبوت صلی اللہ علیہ وسلم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائض نبوت میں سے ہے۔

بَشِيْرًا وَّنَذِيْرًا۔ بشیر و نذیر سے مراد یہ ہے کہ ہر نیک عمل ہر اچھے اجر کی خبر سنانے والا، بشارت سنانے والا ہر گناہ پر مرتب ہونے والی سزا سے باخبر کرنے والا فرمایا لیکن لوگوں کا یہ حال ہے کہ لوگوں نے سمجھا ہی نہیں جانا ہی نہیں۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ لوگوں کی اکثریت اس بات کو جان ہی نہیں سکی۔ لوگوں کی عمر بیت گئی اِس حسرت میں کہ کم از کم میں کسی یورپی شخص جیسا اپنا حلیہ ہی بنا لوں یعنی لوگوں کو یہ حسرت رہی کہ میں خود کو انگریز جیسا کر لوں بڑا مُنہ پھیر کر انگریزی میں بات کرتے ہیں لباس انگریزی پہنتے ہیں۔ انگریزوں کی سونے جاگنے کی کوشش کرتے ہیں۔ بغیر یہ دیکھے ہوئے کہ یہ لوگ کس طرف جا رہے ہیں اور اُن کا انجام کیا ہو گا یعنی صرف مادی دولت یا مادی ترقی یا مادی ذرائع سے مرعوب ہو کر اُس طرف بھاگنے کی کوشش کر رہے ہیں اور جو مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے اور جن پر اللہ کا احسان ہے کہ انہوں نے آنکھ کھولی اور اُن کے کان میں آواز پڑی اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسا اپنا ظاہر بنانا بھی پسند نہیں کرتے باطن کی بات تو بعد میں آئے گی۔ کیوں نہیں کرتے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں اس لیے کہ انہوں نے بات کو جانا ہی نہیں۔

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ اکثر لوگ جو ہیں وہ اِس حقیقت کو جان ہی نہیں سکے، انہوں نے بات ہی نہیں سمجھی۔ لوگ اِس بات پہ حیران ہیں کہ یہ بات ہی عجیب سی ہے کہ کیسے قیامت ہو گی اور کیسا سوال و جواب ہو گا اور کیسا حساب و کتاب ہو گا۔

وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ۔ یہ ہو گا کب بھلا یہ بھی کوئی بات ہے کہ جو آپ کرتے ہیں کب قیامت ہو گی۔ جب ہو گی دیکھا جائے گا۔ اور اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سچے ہیں تو ٹھیک ہے بتائیے کس دن کس وقت کس تاریخ کو ہو رہی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم انہیں بتا دیجئے قُلْ لَّكُمْ مِّيْعَادُ۔ انہیں کہہ دیجئے کہ تم میں سے ہر ایک کے ساتھ ایک معین وقت کا وعدہ ہے۔ تم اپنے گرد و پیش دیکھ لو اپنے سے پہلوں کو دیکھ لو ساری دُنیا میں ہر شخص ایک معین وقت تک رہ سکتا ہے جب اُس کا وقت ختم

ہوتا ہے تو وہ چاہے یا نہ چاہے اُسے جانا پڑتا ہے اور وہ وعدہ ایسا پکا ہے۔ لَا تَسْتَأْخِرُوْنَ عَنْهُ سَاعَةً - ایک لمحہ اُس کے بعد تمہیں فرصت نہیں دی جائے گی وَلَا تَسْتَقْدِمُوْنَ ۝ اور جو چاہو کرتے رہو اُس سے پہلے بھی تمہیں کوئی نہیں لے جائے گا۔ تمہاری مہلت تمہیں دی جائے گی جو لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں ان باتوں پہ اعتبار نہیں قرآن کا یہ قصہ ہماری سمجھ میں نہیں آتا یہ پہلی کتابوں میں بھی اسی طرح کی جو بات آئی وہ بھی ہمارے پلّے نہیں پڑتی تو فرمایا ان سے کہو کاش تم اُس لمحے کو دیکھو جب انکار کرنے والے یا ظلم کرنے والے اللہ کی عظمت سے انکار ہی سب سے بڑا ظلم ہے۔ ذرا اُس لمحے کو سوچو جب یہ اللہ کے حضور کھڑے ہوں گے۔ جب یہ سارا کچھ سچ ہوجائے گا۔ جب یہ سارا واقعہ ہوجائے گا۔ جب سب لوگ اُس کی بارگاہ میں کھڑے ہوں گے تو اللہ کریم خبر دیتے ہیں کہ يَرْجِعُ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضِ الْقَوْلَ. پھر ایک دوسرے کی طرف بات پلٹائیں گے جو لوگ غریب تھے کمزور تھے اِس دُنیا میں وہ اپنے بڑے بڑے امراء سے سرداروں سے کہیں گے۔

لَوْلَا أَنْتُمْ لَكُنَّا مُؤْمِنِيْنَ ۝ اگر تم نہ ہوتے ظالمو تو ہمیں تو ایمان نصیب ہوجاتا ہم تو تمہارے ساتھ مارے گئے ہمیں تو تم لے ڈوبے۔ تم جس طرف خود چلتے رہے ہمیں بھی ساتھ لے کر چلاتے رہے اگر تم ہی لوگ نہ ہوتے تو ہم تو ایمان لے آتے۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا وہ بڑے بڑے سردار اور رؤسا، اپنے پیچھے چلنے والے غرباء اور کمزور لوگوں سے کہیں گے۔

أَنَحْنُ صَدَدْنٰكُمْ عَنِ الْهُدٰى بَعْدَ إِذْ جَاءَكُمْ - جب تمہارے پاس اللہ اور اللہ کے رسول کا پیغام آیا تھا تو ہم نے کیا درمیان میں کوئی دیوار کھڑی کردی تھی۔ ظالمو! تم خود ہی بدبخت تھے تم نے کیوں نہ مانا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا لِلَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا بَلْ مَكْرُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ إِذْ تَأْمُرُوْنَنَآ أَنْ نَّكْفُرَ بِاللّٰهِ وَنَجْعَلَ لَهٗٓ أَنْدَادًا ط

تو وہ کہیں گے تم تو رات دن ہمارے ساتھ ہی جھگڑا کرتے تھے اِسی طرح کی پُرفریب باتیں کرتے تھے ہمیں کہتے تھے کہ کفر پر جمے رہو۔

وَأَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَأَوُا الْعَذَابَ۔ لیکن اُن کا یہ جھگڑا اُس وقت ایک دوسرے پر الزام تراشی کسی کو کوئی فائدہ نہیں دے گی اور بڑا دکھ ہوگا اُنہیں جب عذاب اور اللہ کی گرفت دیکھیں گے اللہ کریم فرماتے ہیں۔

وَجَعَلْنَا الْأَغْلٰلَ فِيْٓ أَعْنَاقِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ط هَلْ يُجْزَوْنَ إِلَّا مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

آخرت کے دن کا جھگڑا کوئی کسی کو فائدہ نہیں دے گا بلکہ سب کے گلے میں طوق اور زنجیریں ڈال دی جائیں گی اِس لیے کہ جو عمل دُنیا میں کوئی کرتا رہا ہے اُسی کی اُس کو جزا ملے گی بڑی سیدھی بات ہے دُنیا میں وہ کفر کرتے رہے میدانِ حشر میں کوئی عذر کرنے کی کوئی گنجائش نہیں ہے جو کچھ یہاں کوئی کرتا ہے وہ اُس کے پلّے پڑے گا اور فرمایا

وَمَآ أَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ إِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ إِنَّا بِمَآ أُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ۝

جب بھی کوئی نبی اور رسول علیہ السلام کسی آبادی میں مبعوث ہُوا تو سب سے پہلے اُن لوگوں نے جنہیں اللہ کریم فرماتے ہیں جنہیں میں نے رزق میں فراخی دی تھی سب سے پہلے انہی لوگوں نے انکار کیا۔ اور وہی لوگ سب سے پہلے

اطاعت سے منکر ہوتے اُن کے پاس دلیل یہ تھی ۔

وَقَالُوا نَحْنُ اَکْثَرُ اَمْوَالاً وَّ اَوْلَادًا

ہمارے پاس مال بھی ہے ہماری اولاد بھی ہے ۔ ہم مزے کرتے ہیں اگر ہم غلط ہوتے اگر ہم کفر پر ہوتے اگر ہم بُرائی پر ہوتے تو ہمارے پاس یہ اتنی نعمتیں کیوں ہوتیں اور آخرت میں بھی۔

وَّمَا نَحْنُ بِمُعَذَّبِیْنَ ۔ ہمیں عذاب نہیں ہوگا۔ ہمیں جب یہاں اللہ موج کرا رہا ہے وہاں بھی موج ہی کرائے گا فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو بتا دو کہ رزق کے پیچھے تم نے دو عالم کھو دیے اور بھاگ رہے ہو لیکن کوئی بھی شخص کسی دوسرے کے حصے کا رزق وصول نہیں کر سکتا۔ اللہ کریم نے ہر شخص کے لیے اُس کا رزق مقرر کر دیا ہے جس کے لیے چاہا زیادہ لکھ دیا اور جس کو چاہا کم دے دیا۔

اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ۔

میرا پروردگار جسے چاہتا ہے زیادہ رزق دے دیتا ہے وَیَقْدِرُ اور جسے چاہتا ہے کم دے دیتا ہے اگر لوگ کوشش سے محنت سے زبردستی سے دوسرے کے حصے کا رزق لے سکتے تو آپ کا کیا خیال ہے آج تک جو سارے لوگ مر گئے ہیں یہ ہمارے لیے دُنیا میں رزق چھوڑ کر مرتے یہ دُنیا میں جو رہ رہے ہیں۔ اگر اِن کا بس چلتا تو یہ کسی غریب کو سورج کی کرن بھی دیکھنے دیتے؟ ہوا میں سانس بھی لینے دیتے یا کسی پرائے گھر پہ ایک قطرہ پانی کا بھی برسنے دیتے جس طرح کوئی بارش کی بوندوں کو نہیں روک سکتا جس طرح کوئی ہوا کے جھونکے کو نہیں روک سکتا جس طرح کوئی سُورج کی کرنوں کو نہیں باندھ سکتا۔ اِسی طرح رزق کے ایک ایک دانے کو کوئی کسی دوسرے سے نہیں روک سکتا۔ یہ اللہ کریم کا طے شدہ نظام ہے اور ہر شخص کا رزق اُس تک پہنچتا ہے۔

اَلَا وَاِنَّ النَّفْسَ لَنْ تَمُوْتَ حَتّٰی تَسْتَکْمِلَ رِزْقَهَا ۔ کوئی بھی جان جب تک دُنیا میں اپنے حصے کی روزی پُوری نہیں کر لیتی وہ دُنیا سے نہیں جا سکتی۔ ہر شخص اپنے حصے کا اناج پانی لباس اپنا حصہ دُنیا سے آکسیجن تک استعمال کر کے جاتا ہے کوئی چھوڑ کر نہیں جاتا کوئی دوسرے کا لے کر نہیں جاتا اور زیادہ مال کا ہونا زیادہ اولاد کا ہونا یا اقتدار کا ہونا جو ہے یہ اللہ کے قرب کی دلیل نہیں ہے فرمایا

وَمَا اَمْوَالُکُمْ وَلَا اَوْلَادُکُمْ بِالَّتِیْ تُقَرِّبُکُمْ عِنْدَنَا زُلْفٰی ۔ کسی کے اولاد زیادہ ہو یا کسی کے پاس دولت زیادہ ہو یا کسی کو حکومت مل جائے یا کسی کو اقتدار مل جائے یہ اللہ کے قرب کی دلیل نہیں ہے فرمایا اللہ کے قرب کی ایک ہی دلیل ہے۔

اِلَّا مَنْ اٰمَنَ ۔ وہ شخص اللہ کا مقرب ہے جس کا عقیدہ وہ ہو جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا ایمان نام ہے اُس عقیدے کو اختیار کرنے کا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اختیار کرنے کا ~~حکم دیا جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے~~ حکم دیا اور ایمان کے ساتھ وَعَمِلَ صَالِحًا اور عمل کرے اُن احکام پر جو اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں جتنا کوئی اطاعت گزار جتنی کسی کو اطاعت کی توفیق ہے شاہ ہے یا فقیر وہ صاحب اقتدار ہے یا مزدور وہ بہت مشہور آدمی ہے یا وہ گوشہ تنہائی میں رہنے والا اُسے کوئی نہیں جانتا اللہ کے نزدیک اُسی کی عزت ہے جس کا عقیدہ بھی درست ہے اور جس کا عمل بھی صحیح ہے۔ اور جسے عمل کی توفیق ارزاں ہے۔

فَاُولٰٓئِکَ لَهُمْ جَزَآءُ الضِّعْفِ بِمَا عَمِلُوْا۔ فرمایا ایسے لوگوں کو تو اُن کے عمل سے کئی گنا زیادہ انعام دوں گا۔ وَهُمْ فِی الْغُرُفٰتِ اٰمِنُوْنَ۔ اور اللہ کے قرب میں اللہ کے پڑدس میں اللہ کی بارگاہ میں اللہ کے حضور میں بہت شان سے بہت عزت سے بہت امن سے رہیں گے۔

وَالَّذِیْنَ یَسْعَوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا مُعٰجِزِیْنَ اُولٰٓئِکَ فِی الْعَذَابِ مُحْضَرُوْنَ۔ اور بڑی سیدھی سی بات ہے جن کا عمل احکامِ الٰہی کے خلاف رہا اور جن کی کوشش، جن کا نظریہ جن کا عقیدہ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف رہا وہ گرفتار ہو کر پکڑے ہوئے آئیں گے۔ اور سزا پائیں گے

بڑی سیدھی سی بات ہے فرمایا رزق کسی کے پاس زیادہ یا کم ہے جس کے پاس زیادہ ہے اُس پر اللہ کا احسان ہے اُس نے اُسے زیادہ دیا جس کے پاس کم ہے اُس پر بھی اللہ کا کرم یہ ہے کہ اُسے کسی اور مصیبت سے بچا لیا رزق کی تنگی دے کر یہ اُس کی اپنی تقسیم ہے وہ جسے چاہتا ہے جتنا چاہتا ہے رزق دیتا ہے۔ امیر فقیر شاہ و گدا اُسی طرف چلے جا رہے ہیں۔

آپ صرف اِس SUB CONTINENT پر حکمرانوں کی فہرست پڑھیں تو تاریخ میں موجود ہے کہ کتنی لمبی فہرست ہے لیکن آج چند قبریں ہیں جو لوگوں کی تفریح گاہ بنی ہوئی ہیں جو چند قبریں ہیں اُن پر بھی لوگ سیر کرنے پکنک منانے جاتے ہیں اُن کی بھی کوئی پرواہ نہیں کرتا اور بیشتر نامور جو لوگ تھے اُن کی قبروں کا نشان بھی نہیں ملتا اگر کوئی مفلس و گدا بھی تھا اور اُس نے اللہ کی اطاعت کر لی فرمایا اُس نے اللہ کے انعام کو پا لیا اور کوئی بادشاہ بھی تھا اُسے اطاعتِ الٰہی کی توفیق نہ ہوئی گرفتارِ عذاب ہوا۔ بڑا سیدھا سیدھا مذہب ہے اسلام، بڑا سادہ سادہ، بڑا صاف صاف حلال و حرام واضح ہے اور اسلام اتنا سادہ اتنا سیدھا اتنا ہے آسان کہ ایک گڈریا ایک چرواہا ایک آدمی جو جنگل میں رہتا ہے وہ بھی جانتا ہے کہ حرام کیا ہے حلال کیا ہے، جائز کیا ہے ناجائز کیا ہے عجیب بات ہے اتنے واضح ہیں یہ احکام کہ ہر شخص بنیادی باتیں جانتا ہے۔ اب اگر کسی کو توفیقِ عمل ہے تو یقیناً وہ اللہ کا مقرب ہے اور اگر عمل کی توفیق نہیں ہے تو اِس بات پہ خوش نہ رہے کہ میں پیسے زیادہ بنا رہا ہوں میرے پاس دولت زیادہ ہے۔ یہ سب کچھ رہ جائے گا اُس کے ساتھ اُس کی قبر کی تنہائی میں اُس کا عقیدہ ہو گا اور عمل۔

اللہ کریم صحتِ عقیدہ کی توفیق بھی عطا فرمائے اور حُسنِ عمل کی توفیق بھی عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

لاہور

○ اویسیہ - کالج روڈ ٹاؤن شپ	روزانہ صبح و بعد مغرب
○ مسجد حنفیہ، رحمان گلی نزد پرانا کراؤن اڈہ	جمعہ ۸ بجے صبح
○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ دفتر لاہور کینٹ	ہفتہ و منگل بعد مغرب
○ مسجد خضری سمن آباد	سوموار
○ مسجد شان اسلام بی - ۲ گلبرگ ۳	روزانہ "
○ مسجد دار الشفقت، چوک یتیم خانہ، ملتان روڈ	" صبح و بعد مغرب
○ مسجد نور - چوک دار وغہ والا - واہگہ روڈ	" بعد مغرب
○ اقبال مسجد پریم نگر نزد ایم اے او کالج ساندہ روڈ	" "
○ مسجد کھجور والی سید مٹھا بازار - اندرون لوہاری گیٹ	" "
○ ماسٹر رشید احمد مکان نمبر ۲۲ گلی نمبر ۶ ہم دین پورہ کشمیری محلہ	" "

نفاذِ اسلام میں رکاوٹ

مولانا محمد اکرم اعوان

خبر سے وہ نتیجہ مرتب نہیں ہوتا جو علم سے ہوتا ہے۔

علم سے مراد دین کی ہوتی ہے کہ وہ چیز حال بن جائے ہمارا۔ وہ کیفیت ہم محسوس کریں اور اس کا نتیجہ ہمارے کردار میں ہمارے کاروبار میں ہمارے اُٹھنے بیٹھنے میں نظر آئے۔ پتہ چلے کہ یہ بندہ جو ہے یہ اللہ کے قریب بستا ہے۔ اس کا کوئی تعلق اللہ کریم سے ہے۔ جس کے مطابق یہ کر رہا ہے۔ اگر یہ حال نہ بنے تو پھر وہ مصرعہ صادق آتا ہے۔

؎ علم کہ راہ حق نہ نماید جہالت است

بہت سی خبریں ہیں آدمی کے پاس لیکن وہ اُس کا حال نہیں بنتیں۔ ان پر وہ عمل نہیں کرتا۔ ان کا جان لینا، نہ جاننا، ہونا یا نہ ہونا برابر ہے اُس کے لیے۔ تو ہمارا جو تعلق اس وقت مذہب سے جا رہا ہے وہ یوں لگتا ہے جیسے اس معاملے میں ہم نے غیر مذاہب کی نقل کر لی ہے کہ مذہب کی جو عبادات تھیں اُن کا جو مقصد و مفہوم تھا اس کو ہم نے شاید کبھی پوچھنے کی بھی ضرورت محسوس نہیں کی بلکہ رسومات کے طور پر ہم دو چار چیزیں اپنا لیتے ہیں کبھی ایک آدھ حج کر لیا اس کے ساتھ کچھ پکنک ٹائپ کی آؤٹنگ بھی ہو گئی کچھ تھوڑا سا چل پھر لیا۔ بچوں کو بھی پھرا لیا اور یہ بھی سمجھ لیا کہ چلو بچوں کا حق ادا ہو گیا۔ کبھی دو چار پیسے خرچ کر دیئے صدقے کے طور پر یا زکوٰۃ کے طور پر اور سمجھ لیا کہ چلو حق پورا ہو گیا۔ کبھی کسی نے عرس منا لیا سال میں دو چار دیگیں پکائیں، کھانا کھلا دیا کسی نے ختم پڑھا دیا، کبھی کوئی جمعہ پڑھ لیا۔ عید پڑھ لی نمازیوں میں شامل ہو گئے وہ کوشش تو کرتے ہیں کہ تھوڑا اسلام رسم کے طور پر اپنائے رکھیں اور ہمارا وہ رشتہ اس کے ساتھ رہے۔ لیکن وہ ساری چیزیں جو اسلام میں دی گئی تھیں اُن کے کچھ اثرات اور کچھ نتائج تھے۔ جب اسلام دنیا پر ظاہر ہوا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے اور دنیا میں بہ اعتبار علم کے اور بہ اعتبار نظام حکومت کے بہ اعتبار انسانی رشتوں کے اور کردار کے اعتبار سے بھی، عقیدے کے اعتبار سے بھی جو قوم، جو علاقہ، جو ملک سب سے پیچھے تھا۔ باقی دنیا پر بھی ظلم تھا ہر جگہ تھا لیکن حکومتیں تو تھیں روم میں اگر ظلم ہوتا تھا تو روم میں حکومت تھی، ایران یا فارس میں اگر زیادتی ہوتی تھی یا آتش پرستی تھی تو حکومت بھی تھی ہندوستان اور وسط ایشیا میں ہر طرف کچھ نہ کچھ نظام تھا جزیرہ نمائے عرب ایسا تھا کہ جس میں کوئی سٹرکچر نہیں تھا کسی گورنمنٹ کا۔ وہ اتنے پیچھے رہے ہوئے لوگ تھے۔ قیصر کا دل انہیں کرش کرنے کو چاہتا، کسریٰ اُن پر چڑھائی کر دینا چاہتا۔ لیکن کوئی بھی انہیں سلطنت میں شامل نہیں کرتا تھا کہ انہیں کچھ دینا ہی پڑے گا۔

اسلام کا ظہور اُن لوگوں پر ہوا جن کے پاس کوئی سکول نہیں تھا۔ کوئی ادارہ نہیں تھا کوئی INSTITUTION نہیں تھا کوئی بھی

ایسی چیز نہیں تھی جس پر بنیاد کر کے کوئی گورنمنٹ بن سکے کوئی قوم بن سکے یا کوئی نیشن بن سکے۔ اسلام نے ایک رشتہ اللہ سے قرب کا عطا فرمایا اور اس میں اللہ کی عبادات کو رکھا۔ اللہ سے ہر آدمی کے ذاتی تعلق کو رکھا۔

مجھے ایک دفعہ اوکاڑہ ڈویژن کو ایڈریس کرنے کا موقع ملا۔ مجھ سے پہلے ایک سیکنڈ لفٹیننٹ نوجوان کا چھوٹا سا بیان تھا۔ اس نے بڑی پیاری بات کی۔ مجھے اب بھی اس کی بات یاد آتی ہے تو دل خوش ہوتا ہے۔ وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پہ بات کر رہا تھا۔ وہ کہنے لگا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عجائبات آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کریمانہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کردار یہ سب کچھ اتنا عجیب وغریب تھا معاشرے میں کہ وہ لوگ تو ظاہر پرستی کے قائل تھے۔ بت خوبصورت ہے تو اس کے سامنے جھک رہے ہیں۔ سورج نکل رہا ہے تو جھک رہے ہیں۔ آپ کوئی افسانہ جوڑ دیں کہ اس درخت میں یہ برکت ہے تو اس کی پوجا ہو رہی ہے کسی پتھر کے ساتھ کہانی بنا دیں تو اس کی پوجا شروع کر دیتے۔ اگر حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے کہ مجھے سجدہ کرو تو کوئی بھی انکار نہ کرتا۔ اتنے معجزات کا ظہور ہوا کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم انہیں فرماتے کہ ان پتھروں کی بجائے مجھے سجدہ کرو تو وہ سارے کرتے لیکن نبوت کی حقانیت کی سب سے پہلی دلیل یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں بھی اللہ کا بندہ ہوں جس کے تم بندے ہو۔ عبادت کا مستحق وہ اکیلا ہے اور اسی طرح میں بھی اس کے سامنے سر سجدے میں رکھتا ہوں جس طرح تم رکھتے ہو آؤ میرے ساتھ مل کر سجدہ کرو۔

یعنی ایک عام آدمی کو کہاں سے لے آیا، اسے اللہ کے روبرو کھڑا کر دیا۔ یہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ونحن اقرب الیہ من حبل الورید فرمایا۔ اس کا اثر یہ ہوا کہ اس پوری قوم کو کسی غیر طاقت سے مدد لینے کی ضرورت نہیں نہ انہوں نے کہیں سے ٹیکنالوجی لی نہ انہوں نے کہیں سے علم لیا نہ انہوں نے کہیں سے سیاست لی بلکہ انہوں نے پوری دنیا کو سیاست سکھائی اور آپ بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ گورنمنٹ کا جو سٹرکچر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ترتیب دیا تھا ساری دنیا میں آج تک اسی کی تقلید ہو رہی ہے۔ اس پر مزید کوئی اس کو تبدیل نہ کر سکا یہ عجیب بات ہے۔ آپ عہد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے دیکھیں یہ سٹرکچر نہیں ملتا۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جس کی بنیاد رکھی وہ سٹرکچر عہد فاروقی میں تکمیل ہوئی کہ فوج ہو اس کی چھاؤنیاں الگ ہوں۔ اس طرح سے پولیس کا محکمہ ہو جرائم کی انوسٹی گیشن کرے اس طرح سے ایک عدلیہ ہو اور وہ فیصلے کرے۔ زمین کی پیمائش کی گئی پھر اسے تحصیلوں، ضلعوں، سب ہیڈ کوارٹر، ہیڈ کوارٹر اس طرح سے اسے درجہ بدرجہ تقسیم کر کے نیچے سے لے کر اوپر تک ایک چین بن جائے اور پوری پبلک اس کے فوائد سے مستفید کی جائے۔ ان کی تکالیف کو دور کیا جائے جو سسٹم اس زمانے میں بنا آج تک بڑے سے بڑا کوئی مدبر اس کے مقابلے میں کوئی سٹرکچر نہ لا سکا۔ نام بدلاتے رہتے ہیں۔ اقتدار میں آنے کے لیے ان لوگوں کے حیلے، جائز و ناجائز ہوتے رہتے ہیں۔ لیکن سٹرکچر آف گورنمنٹ کی جو بیس ہے وہ ابھی تک وہی چل رہی ہے۔ آپ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ اجمعین کو دیکھیں کہ اکثریت لکھنا پڑھنا نہیں جانتی لیکن کسی موضوع پر ان کی رائے لے لیں تو وہ فائنل ہے۔ اس سے آگے کوئی نہیں دے سکتا تو گویا وہ جو قرب الٰہی کا جس کی اساس وہ عبادات اسلامی تھیں۔ اس نے انہیں وہ خصوصیات دے دیں کہ جو اس دنیوی زندگی کو بھی بہترین طریقے سے چلانے کے لیے چاہیئے تھیں اور پھر کمال یہ ہوا کہ جہاں وہ حضرات پہنچے، جہاں جہاں ان کا گزر ہوا۔ وہاں کے رہنے والے لوگوں نے اپنا مذہب جسے وہ صدیوں سے فالو کر رہے تھے، اپنی رسومات،

اپنے عقائد، وہ چھوڑ دیئے اور ان کے ساتھ شامل ہو گئے۔ تو اسلام اس طرح سے پھیلتا گیا کہ اُن کو، اُن کے اُٹھنے بیٹھنے کو، اُن کی رہائش کو، اُن کے کردار کو، اُن کے معاملات کو، اُن کے لین دین کو ان کے لڑنے اور صلح کرنے کے انداز کو اپنا لیا۔ آپ مسلمانوں کی SUB CONTINENT میں آمد پڑھتے ہیں۔ سب سے پہلی جنگ داہر کے جرنیل سے ہوئی محمد بن قاسم کی۔ وہ جرنیل جو تھا اُس کا باپ چیف تھا۔ داہر کی آرمی کا اور وہ جوان آدمی تھا جنگ میں شکست تو اُسے ہوئی زخمی بھی ہوا۔ مسلمان اپنے زخمیوں کو تلاش کر رہے تھے ساتھ ساتھ وہ ہندوں کے زخمی بھی اٹھاتے جا رہے تھے تو ظاہر ہے جہاں وہ جرنل پڑا تھا۔ وہ ڈر گیا کہ بس اب میں مارا گیا۔ مجھے تو یہ میرے رینک سے پہچان لیں گے۔ لیکن انہوں نے اس کی رینک کی وجہ سے اس کا بہت بڑا احترام کیا۔ اُسے الگ خیمے میں جگہ دی۔ باقی کی نسبت زیادہ توجہ سے علاج ہوا مگر وہ سمجھ رہا تھا کہ جب میں ٹھیک ہو جاؤں گا تو یہ پوچھ گچھ کریں گے کہ تمہاری آرمی کہاں ہے؟ اور قلعے کہاں ہیں؟ راستے کہاں کہاں ہیں؟ کہاں سے اٹیک ہو سکتا ہے۔ یہ مجھے ایذا دیں گے۔ یہ ایک طریقہ ہے۔ لیکن جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو گیا تو اُسے بلایا گیا۔ محمد بن قاسم کے پیش ہوا۔ تو اس نے پوچھا۔ کہ اب تمہاری طبیعت میں سمجھتا ہوں ٹھیک ہے۔ ہمارے یہ جو معالج حضرات ہیں یہ کہتے ہیں کہ اب آپ سفر کر سکتے ہیں۔ اُس نے کہا جی ہاں ٹھیک ہے۔ فرمایا: آپ کا گھوڑا ہمارے پاس ہے آپ کا سارا اسلحہ وغیرہ پڑا ہے۔ آپ اپنا سامان لیں، اپنا گھوڑا لیں اور آپ جا سکتے ہیں۔ اُس کا ایک خوب صورت سوال آتا ہے۔ کھڑا ہو کر پوچھتا ہے کہ آپ مجھے کیا جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا میں تمہیں اپنے جیسا ایک جرنیل سمجھتا ہوں۔ اُس نے کہا تم نہیں جانتے۔ میں اپنی حکومت کی کمزوریوں، خوبیوں، خامیوں سے واقف ہوں۔ آپ اُس کی کمزوریاں نہیں جاننا چاہیں گے؟ تو انہوں نے کہا۔ مجھے تجھ سے پوچھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ اگر وہ میں نے تم سے پوچھنا ہیں تو اس قوم کے ساتھ لڑنے کی کیا ضرورت ہے۔ میرے اپنے وسائل ہیں۔ یہ میری ذمہ داری ہے کہ میں دیکھوں مجھے کہاں اٹیک کرنا ہے۔ کہاں سے پیچھے ہٹنا ہے۔ یہ تمہاری نہیں میری ذمہ داری ہے۔ تو اُس نے دوسرا سوال یہ کیا کہ آپ کو یہ نہیں پتہ کہ میں پھر میدانِ جنگ میں آ جاؤں گا؟ تو فرمایا ہم نے آپ سے مقابلہ کر کے دیکھ لیا۔ پھر آئیں گے پھر مقابلہ کریں گے۔ یہ تو کوئی ایسی بات نہیں۔ ہم آپ کو مسخر یا کرش نہیں کرنا چاہتے۔ ہم بہتری کی طرف بلانا چاہتے ہیں۔ اس میں آپ لوگوں کی بھی بھلائی ہے۔ ہم خود کو تم پر مسلط کرنے کے لیے نہیں آئے۔ ہم تمہیں غلام نہیں بنانا چاہتے ہم تم سے اپنی بات نہیں منوانا چاہتے۔ ہم تم کو وہ پیغام پہنچانا چاہتے ہیں جس میں تمہاری بھی بھلائی ہے۔ قبول کر لو گے تو ٹھیک ہے نہیں کرو گے تو بھگتو۔ ہمیں کیا۔ تمہاری حکومت نے زیادتی کی۔ مسلمانوں کا جہاز لوٹ لیا۔ مسلمانوں کو قید کر لیا۔ ہم کہتے ہیں چھوڑ دو۔ تم نہیں چھوڑتے۔ ہم اپنے بندے چھڑانے کے لیے آئے ہیں۔ ہم وہاں تک آئیں گے جہاں تک ہمارے آدمی واپس نہیں کر دیتے۔ لیکن اُس کے ساتھ ہم تمہیں کردار اور اُس کی تعلیم بھی دیں گے۔ اُس نے کہا یہ تمہیں سارا کچھ کس نے دیا؟ یہ انسانی دنیا کی بات نہیں۔ تب انہوں نے اُسے اسلام سے متعارف کرایا۔ کہ اللہ کے صرف مسلمان ہی بندے نہیں ہیں۔ اُس کی تو یہ ساری تخلیق اُس کی اپنی ہے اور وہ سب کے لیے ویسا ہی کریم ہے اور وہ سب کو اپنے غضب سے بچانا چاہتا ہے اور وہ سب کی رہنمائی فرماتا ہے۔ کہ تم ایسے راستے پر چلو۔ چونکہ اُس نے بندوں کو ایک خوبی دی ہے جو باقی مخلوق کو نہیں دی۔ ساری تخلیق جو ہے اللہ کی وہ اللہ کی اطاعت کرتی ہے۔ سر موئس سے انحراف نہیں کرتی۔

لاتتحرک ذرۃ الاّ باذن اللہ۔ اللہ کے حکم کے علاوہ کوئی ذرہ حرکت نہیں کرتا۔ لیکن وہ حکم کے تابع دار ہیں۔ وہ نہیں جانتے حاکم کون ہے کیسا ہے یہ اُن کی سمجھ اور استعداد سے باہر ہے وہ سمجھ سکتے ہی نہیں۔ انسان کو رب کریم نے وہ شعور دیا ہے کہ یہ اپنی حیثیت کے مطابق سمجھ سکتا ہے کہ اللہ کون ہے کیسا ہے کہاں ہے کس بات پہ وہ خوش ہے۔ کس بات پہ وہ خفا ہے۔ یہ جو شعور تھا۔ یہی وہ امانت تھی اللہ کریم فرماتے ہیں۔ میں نے بڑی مخلوق کو کہا۔ کنت ___ فابین ان یحملنہا۔ سب نے کان پکڑ لیے کہ ہم سے یہ نہیں ہوتا۔ فحملہا الانسان

انسان نے حامی بھر لی کہ مجھے دے دیجئے یا اللہ۔ کہ جب یہ شعور عطا ہوا تھا تو وہ جو حکم کی پابندی تھی ایک حد تک اُٹھا لی گئی۔ اَب اُس تقدیر میں یہ بہتا ہے۔ پیدا اللہ کے حکم سے ہوتا ہے۔ بلا چون وچرا اُس کے حکم سے مر جاتا ہے۔ بغیر چون وچرا کے قد اس کے کتنا بنتا ہے رنگ کیسا بنتا ہے۔ شکل کیسی بنتی ہے۔ عمر کتنی بنتی ہے۔ اس میں انسان کا کوئی دخل نہیں تقدیر کے دھارے میں بہتا ہے۔ لیکن اَب اللہ کے ساتھ تعلق کی بات آتی ہے کہتا ہے نہیں۔ پکڑ کر تجھ سے سجدہ نہیں کراؤں گا تجھے تو پہچاننے کی قوت دے دی ہے نا اَب مزا یہ ہے کہ تو اس ساری افراتفری میں مجھے پہچان لے اور تیرا دل یہ کہہ دے کہ مجھے اس کے سامنے جھکنا ہے اور اگر یہ نہیں ہو گی تو پھر تو اتنی بڑی نعمت لے کر اسے استعمال نہیں کر سکتا۔ پھر تو تو سزا کا مستحق ہے۔ تجھے سزا ملنی چاہیئے۔ تو یہ استعداد اللہ کریم نے ساری مخلوق کو دی۔ صرف مسلمان کو نہیں جو بھی، جس وقت کلمہ پڑھ لیتا ہے اُسی وقت اُس کا وہ شعور اور وہ ادراک اور سمجھ اُس کی کام کرنے لگ جاتی ہے۔

وہ واپس چلا گیا۔ داہر کے پاس پہنچا۔ اُس نے ساری رپورٹ دی اور ساتھ مشورہ بھی دیا کہ ان لوگوں سے لڑنا فضول ہے ان کی بات سُنی جائے۔ بڑا دشمن سے جاتا ہے۔ یہ ہمارے دشمن نہیں ہیں۔ یہ ہم سے ملک چھیننا نہیں چاہتے۔ یہ آپ سے حکومت لینا نہیں چاہتے۔ اُس نے کہا تم ایسی باتیں کرتے ہو؟ وہ تو بڑے ظالم ہیں بڑے سخت ہیں۔ اُس نے کہا بالکل نہیں۔ یہ آپ کو بھی بات سمجھانا چاہتے ہیں۔ ظلم تو آپ کرتے ہیں۔ آپ نے رعایا کو اپنا غلام بنا رکھا ہے۔ اُن کا سپاہی جرنیل کے ساتھ مساوی کھانا پاتا ہے اور وہ ڈیوٹی کرتا ہے۔ جتنی اس میں ہمت ہے۔ ہمارے ہاں یہ سوچا بھی نہیں جا سکتا۔ کہ جو آپ کھاتے ہیں کسی غریب کو نظر بھی آئے گا۔ ظلم تو یہاں ہے۔ آپ کا ہر حکم قانون ہے اور غریب کی آواز اُس کے سامنے کھڑی ہی نہیں ہو سکتی اور وہاں قانون اس کا ہے جو سب کا پیدا کرنے والا ہے۔ کسی جرنیل کا، کسی حکمران کا، کسی بادشاہ کا نہیں۔ وہ جرنیل ہے تو اُس کی اپنی ذمہ داری ہے وُہ اُس نے پوری کرنی ہے لیکن حکم اُس کا ہے جو سب کا مالک ہے اور سب کے لیے کریم ہے اُس نے کہا اس سے پتہ چلتا ہے کہ تو مسلمان ہو گیا ہے اُس نے کہا ہو تو میں گیا تھا۔ لیکن وہاں اعلان کرنا میں نے توہین سمجھی اپنی کہ میری بھی کوئی آنر ہے اور تم جو میرے بھائی ہو تم کہو گے کہ پتہ نہیں ڈر کر وہاں مسلمان ہو گیا۔ وہاں سے تو میں چلا آیا۔ اَب میں اعلان کر رہا ہوں۔ جب انہوں نے داہر کی شکست کے بعد مسلمان قیدی حاصل کئے تو اُن میں ان کا وہ بوڑھا باپ اور جرنیل بھی تھا۔

اسلام تو پریکٹیس کے لیے تھا۔ انسان کے اندر وہ شعور پیدا کرنے کے لیے تھا کہ وہ صرف خدا کی بات نہ کرے بلکہ دیکھے۔ پیدا کرنے والے سے اس کا تعلق ایسا ہو۔ اَن تَعبُدُ اللّٰہ کانک تراہُ کہ تو اللہ کی عبادت کر جیسے تو خود اللہ کو دیکھ رہا ہے۔ فان لم تکن تراہ اگر تو اس درجے کو نہیں پا سکتا تو فانہٗ یراک تو تجھے یہ یقین سو فیصد ہو کہ وہ تو تجھے دیکھ رہا ہے اور اگر یہ بھی نہیں تو پھر تو قصّے کہانی رہ گئی۔

مَیں نہ پیر ہوں نہ مولوی، میرے ساتھ دوستوں نے سابقے لاحقے لگا رکھے ہوتے ہیں۔ مَیں ایک کاروباری آدمی ہوں اور اللہ کا مجھ پر بڑا احسان ہے۔ اللہ نے مجھے پاکستان میں پانچ چھ گاڑیاں رکھنے کی توفیق دی ہوئی ہے اور میرے دو چار گھر ہیں بڑے بڑے۔ میرے بچے بفضل اللہ الگ الگ گھروں میں رہتے ہیں۔ پاکستان میں ایئر کنڈیشنڈ اور کارپیٹڈ گھر ہے نوکر چاکر ہیں۔ اللہ نے مجھے بہت سی زمین دے رکھی ہے۔ بہت سے میرے کاروبار ہیں۔ مائن اونر ہوں۔ پچیس تیس سال سے میری مائنز چلتی ہیں۔

دنیا بھر میں دوست میرے ساتھ کام کرنے والے ہیں جو ساری دنیا گھومتے ہیں۔ مَیں اس میں صرف یہ ترمیم کر لیتا ہوں کہ گھومتا مَیں بھی ہوں۔ لیکن مَیں بجائے ہوٹلوں میں ٹھہرنے کے یا جائیداد دیکھنے کے چند دوستوں سے مل لیتا ہوں۔ کچھ دین کی بات ہو جاتی ہے بس اتنا سا فرق ہے۔ ورنہ مَیں بھی ایک عام آدمی ہوں مزدور۔ اور میرے خیال میں مَیں نے سب سے زیادہ مزدوری کی ہے۔ مجھے عادت ہے محنت کرنے کی۔ میری زندگی میں کوئی آف ڈے نہیں۔ مجھے یاد نہیں شاید کبھی بیماری کی وجہ سے چھٹی کر لی ہو۔ ورنہ مجھے نہیں یاد کہ مَیں نے کوئی دن آف کیا ہو۔ تو یہ بات پیری مریدی کی نہیں۔ بات ہم سب کی مشترک ہے یورپ اور امریکہ کے بعد بفضل اللہ یہ کونا مجھ سے بچا ہوا تھا تو اللہ مجھے یہاں بھی لے آیا۔ ایک پورا جہان پھر چکا ہوں اسرائیل اور روس کے علاوہ تو ساری دنیا میں گھوما۔ جتنی کافر دنیا ہے وہ بھی ایک بات پہ متفق ہے کہ اگر مسلمان واپس اپنے اُس سٹیٹس پر چلے گئے اُس سوچ پہ چلے گئے جس پہ شروع میں تھے تو اُس کا ہمارے پاس کوئی جواب نہیں۔

اب امریکہ کا یہ حال ہے کہ وہاں لوگ مسلمان ہونے کو ترستے ہیں۔ میرے ساتھ ایک ڈاکٹر تھا اس نے اسلام قبول کیا ہے۔ بحمد اللہ۔ وہ دس بارہ سال مختلف عرب ممالک میں سفیر رہا ہے۔ ریگن کے ساتھ آٹھ سال اکنامک کے شعبے کا ایڈوائزر تھا۔ اُسے پھر بنا رہے تھے کہ وہ مسلمان ہو گیا۔ انہوں نے روک دیا کہ یہ امریکن مفادات کے خلاف ہے۔ وہ ہنس کر کہہ رہا تھا۔ میری جگہ یہودی کو بنا دیا۔ کیونکہ وہ امریکہ کے مفاد میں ہے۔ اور مجھے ریجیکٹ کر دیا کہ مسلمان امریکہ کے مفاد کو LOOK AFTER نہیں کر سکتے۔ اُس کا بیٹا بھی مسلمان ہو گیا۔

THEY ARE LOOKING FOR SOME WHERE - WHERE THEY CAN FIND REALITY

ایسے معیار کے لوگوں کو کوئی حقیقت، کوئی دھوکے سے پاک جگہ، کہیں جھوٹ سے بچنے کی، کہیں سکون کا کوئی لمحہ میسر آئے چونکہ ان کی پوری سوسائٹی میں سکون کا کوئی لمحہ نہیں، تو اُس کا جواب اُن کے پاس بڑا سادہ سا ہے امریکن گورنمنٹ کے پاس، کہ مسلمانوں کے پاس جو مذہب ہے یہ اتنا پرانا ہو چکا ہے کہ اُس پر اَب عمل کرنا ممکن نہیں رہا اگر ممکن ہوتا تو آپ کو کوئی اسلامی ریاست اس پر عمل کرتی ہوئی نظر آتی۔ کہیں تو وہ قانون لاگو ہوتا۔ یہ وہ جواب ہے جو امریکہ کی یہودی لابی یا امریکہ کی سرکاری لابی ان کو دیتی ہے اپنے اس جواب کو نبھانے کے لیے۔ اَب وہ افغانستان میں کوشش کر رہے ہیں کہ مجاہدین کی اسلامی گورنمنٹ نہ بن جائے یہ ایک سیکولر ریپبلک ہونی چاہیئے۔ یہ اُن کا وہی نسخہ ہے۔ اب یہ الجیریا میں کیا ہو رہا ہے۔ ساری دنیا میں ڈیموکریسی ڈیموکریسی کرنے والا اب وہاں مارشل لاء لگوا رہا ہے۔ تو اُن کا صرف مقصد یہ ہے کہ کوئی ایک بھی اگر اسلامی اسٹیٹ بن گئی اور اُس میں واقعی اسلامی انصاف، اسلامی امن اور اسلامی سکون میسر ہوا۔ تو پھر کوئی بھی اُنہیں نہیں روک سکتا۔ اور اِس کوشش میں وہ کامیاب اس لیے ہو رہے ہیں کہ ہم اسلامی ریاست یا اسلام کے نفاذ یا اسلام کی بالادستی کے لیے دلچسپی نہیں لے رہے۔ مسلمان تو ایک سرے سے دوسرے

مرے نزدیک اس میں INTRESTED ہی نہیں۔ ہم اسے سیکنڈ پریارٹی پر رکھتے ہیں۔ فرسٹ پریارٹی ہماری دنیا ہے۔ وہ ہمیں خواہ کافر ہو کر ملے، چور بن کر ملے، دور جا کر ملے، نزدیک رہ کر ملے، گھر چھوڑنا پڑے، بچوں سے دور جانا پڑے وہ ہماری فرسٹ پریارٹی ہے۔ ہمیں وہ حاصل کرنی ہے۔ اس کے لیے کچھ بھی ہوجائے۔ دین وہ سیکنڈ پریارٹی ہے وقت بچ جائے تو ہم مسلمان ہیں نماز پڑھ لیں گے روزہ رکھ لیں گے۔ یعنی آپ اندازہ کریں ایک شریف سے شریف مسلمان کو آپ لے لیں جی مہمان آ گئے تھے میں نماز پر نہیں آ سکا۔ بھئی سارا نزلہ اسی پر گرنا ہے۔ طبیعت خراب تھی میں نماز نہیں پڑھ سکا۔ آپ دفتر گئے ہیں آپ نے کھانا کھایا ہے آپ نے ڈیوٹی کی ہے۔ آپ نے بازار سے سودا لایا ہے کوئی بھی مس نہیں کیا۔ طبیعت خراب تھی۔ سارے کام کر لیے عبادت کا وقت آیا طبیعت خراب تھی۔ یہی سب سے کمزور پہلو ہے۔

جب ٹیکنالوجی مسلمانوں کے پاس نہیں تھی تو انہیں وہ شعور بخشا کہ بڑے بڑے ٹیکنالوجسٹ ان کے محتاج رہے۔ جب مسلمانوں کے پاس کوئی اکیڈمی، کوئی یونیورسٹی نہیں تھی تو انہیں پوری دنیا کا استاد بنا دیا۔ جب مسلمانوں کے پاس فوجی طاقت نہیں تھی تو پوری دنیا کی سب سے بڑی فوجی طاقت بنا دیا جب مسلمانوں کے پاس حکومت نہیں تھی تو دنیا کی بڑی حکومت اللہ نے بنا دی۔ اب ان کے پاس ٹیکنالوجی بھی ہے۔ ان کے پاس نالج بھی ہے۔ دنیا کی اکانومی، اور دولت ان کے پاس ہے۔ مزے کی بات یہ ہے یہاں سے لے کر الجیریا تک دنیا میں جتنا ام کا ٹکڑا بہترین ہے۔ مسلمانوں کے پاس ہے۔ زرخیز زمینیں مسلمانوں کے پاس ہیں، بہترین پہاڑ مسلمانوں کے پاس ہیں۔ ساری منرل مسلمان ممالک میں ہیں، سارا تیل مسلمانوں کے پاس ہے۔ سب سے زیادہ زراعت مسلمانوں کے پاس ہے۔

سب سے زیادہ جانور مسلمانوں کے پاس ہیں۔ سب سے زیادہ درختوں والے علاقے، سب سے زیادہ دریا ان کے پاس ہیں۔ ساری دنیا کی دولت ان کے پاس ہے لیکن جہاں دیکھو مفلس اور گداگر مسلمان ہی ہیں۔

جب خلیج کی جنگ ہو رہی تھی۔ یار دوست بڑے ایسے خبریں سنتے بڑے پریشان تھے۔ ڈرتے ڈرتے آتے ادارے میں، کئی بڑے صاحب درد بھی تھے۔ میں نے کہا۔ کچھ نہیں ہوا۔ یہ امریکہ خود کو مار رہا ہے اور برطانیہ پر بھی بڑا ظلم ہو رہا ہے۔ کچھ نہیں ہو رہا۔ یہ جو دے رہے ہیں نا کویت کا امیر اور شاہ فہد یہ صرف کاغذی دولت دے رہے ہیں۔ دولت انہی بیوقوفوں کے پاس ہے یعنی جتنا بارود یہ چلا رہے ہیں مرتو مسلمان رہے ہیں لیکن اکنامیکلی۔ ان کی اپنی کمر ٹوٹ رہی ہے۔ ذرہ اسے چھ مہینے بعد دیکھنا۔ کیونکہ مسلمانوں نے اپنی ساری دولت کافروں کے پاس رکھ دی ہے۔ اب وہ دھوکا کھا گئے۔ ان کے حساب سے تو گئی لیکن فزیکلی پیسہ تو انہی بنکوں سے گیا۔ امریکہ کی پتہ نہیں کتنی ائیر لائنیں ڈاؤن ہو چکی ہیں۔ بڑے بڑے سٹور جو ہیں بند پڑے ہیں۔ بڑی بڑی کمپنیاں دیوالیہ ہو چکی ہیں۔ اب دھینگا مشتی شروع ہے۔ برطانیہ میں کیا حال ہے۔ بے روزگاری بھوک، اور افلاس کا عجنت کش کا، سب کا حال اس طرح کا ہو گیا۔ کیونکہ پیسہ تو سارا وہاں پڑا تھا۔ وہ مسلمانوں ہی کا تھا اور یہ سارے چاہتے تھے، زور لگاتے تھے کہ کوئی مسلم بنک بنایا جائے اسلامی طریقے پر۔ کچھ بنائیں اور سارے مسلمانوں کی دولت اس میں جمع ہو۔ سارے مسلمان مستفید ہوں بجائے اس کے کہ کافر مستفید ہوں۔ لیکن حکومتیں نہ مانیں۔

اللہ نے کافروں سے اس کا بڑا حصہ نکلوا دیا۔ اب جس طرح روس کا حال ہوا ہے کہ ان کی تقسیم ہو گئی۔ سٹیٹس الگ ہو گئیں، لیکن وہ سٹیٹس پُل آن کر سکتی ہیں۔ لیکن امریکہ جب تقسیم ہو گا تو اس کے ہر شہر میں لڑائی ہو گی۔ کیونکہ اس کی صرف سٹیٹس کا جھگڑا

نہیں ہے۔ وہاں بلیک اینڈ وائٹس کا جھگڑا انہایت خطرناک صورت اختیار کرے گا۔

ڈیٹرائیٹ جو تھا بڑا شہر ہے امریکہ کا۔ پچھلے دنوں مَیں وہاں تھا کوئی چیز نہیں ملتی۔ مَیں نے اپنے میزبان سے کہا کہ چلو شہر سے خرید لیں۔ اُس نے کہا نہیں مال سے خریدیں گے۔ مَیں نے کہا یار مال والے تو مہنگا بیچتے ہیں۔ اُن کا کرایہ اخراجات وُہ سارے اِس چیز پہ ڈالتے ہیں۔ بازار سے کسی چھوٹی دکان سے وہی چیز آدھے پونے داموں پہ مل جاتی ہے۔ وہ کہنے لگا۔ مگر بازار سے زندہ کون واپس آئے گا۔ شہر میں کوئی نہیں سمجھتا کون کون ہے۔ اگر گورا جا رہا ہو تو کالا گولی چلا دیتا ہے اگر کالا جا رہا ہو تو گورا۔ صرف یہ شرط ہے کہ پولیس نہ دیکھ رہی ہو۔ اب اس حال کو وہ پہنچ چکے ہیں۔ تو آئندہ چند برسوں میں کیا ہو گا وہ تو اپنے انجام کو انشاء اللہ پہنچیں گے ہی۔ بڑی تیزی سے اُس طرف جا رہے ہیں۔ پرسوں بھی میری بات ہو رہی تھی امریکہ تو ساتھی بتا رہے تھے کہ یہ تو بہت تیزی سے بلکہ اب جو ہمارے پاکستانی دوست وہاں تھے وہ کہہ رہے تھے کہ ہم یہ سوچ رہے ہیں کہ جو کچھ بھی کمائیں اسے چھوڑیں یہاں سے نکل جائیں۔ جان تو بچے۔ اس سب کے باوجود ہمارے پاس کچھ ہونے کا موقع اس لیے نہیں ہے کہ ہمیں کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ کہیں اسلام کے مطابق کوئی ایک چھوٹا سا گاؤں ایک چھوٹا سا قطعہ زمین، ایک ملک، ایک کھیت ہم چلانے میں کامیاب ہوں۔ اس لیے کہ ہمیں اس سے دلچسپی ہی نہیں۔ ہم نے اسلام کو ۹۹ فیصد پروفیشن بنا لیا ہے۔ جس آدمی نے مذہب کی بات کرنی ہے اُس نے کوئی دوسرا کام ہی نہیں کرنا۔ وہی اُس کا پیشہ ہے۔ وہی اس کی دکان ہے، وہی اُس کا ذریعہ معاش ہے۔ تو وہ مذہب کی بات کرے گا۔ پھر اُس کے ساتھ اُسے اپنے مفادات دیکھنے ہوں گے۔ کہ لوگ کچھ دیں گے کیا نہیں کرنا تاکہ یہ خفا نہ ہو جائیں۔ مذہب تو ختم ہو گیا۔

دوسری کمزوری یہ ہے کہ جو آدمی نماز شروع کرتا ہے وہ اپنی ڈیوٹی پہ لیٹ ہی پہنچتا ہے۔ اگر ہم مذہب پہ پریکٹس کرنا شروع کر دیں۔ تو فیلڈ سے خارج ہی ہو جائیں۔ پچھلے دنوں بات ہو رہی تھی۔ مَیں نے کہا آپ آج اسلام نافذ کر دیں۔ آپ بڑے سے بڑے عالم کو ایک فارسٹ گارڈ کی وہ فارسٹ بک دے دیں اور کہیں اُس سے کہ ایک آدمی نے درخت کاٹا ہے۔ چوری کی رپورٹ لکھ دیں۔ مجھے لکھوا کر دکھائیں۔ کیسے چلائیں گے کیسے اِس کو، کون چلائے گا؟ وہ لوگ کہاں ہیں آپ کے؟ جو لوگ فیلڈ میں ہیں پتہ نہیں کس کی مسلمانی ہے۔ کوئی ملک ایسا نہیں ہے جو نرسری سے لے کر ماسٹر تک آپ کو دین پڑھائے۔ پورے آپ کے نصاب میں سائنس ہے، فزکس ہے، ہسٹری ہے MATH ہے ساری چیزیں ہیں۔ مختلف زبانیں ہیں نہیں ہے تو آئیڈیالوجی نام کی نہیں ہے۔ دنیا کے کسی ملک میں جائیں اُن کی بیس ہی ساری تعلیم کی آئیڈیالوجی پر ہے۔ کسی اسلامی ملک میں آئیڈیالوجی کا کوئی CONCEPT ہی نہیں۔ پوری تعلیم صرف پائیلٹ بننے کے لیے صرف انجینئر بننے کے لیے صرف ڈاکٹر بننے کے لیے صرف دفتری زندگی چلانے کے لیے ہے۔ آئیڈیالوجی کا یا نظریات کا یا عقیدے کا کوئی دخل ہی نہیں۔ تو پھر یہ کیسے ہو گا؟

میرے خیال میں جو کچھ ہم کر سکتے ہیں جس کے ہم مکلف ہیں وہ یہ ہے کہ ہمیں اللہ نے توفیق دی ہے فیلڈ میں کام کرنے کی تو جو لوگ فیلڈ میں کام کر رہے ہیں یہ دین سیکھ لیں۔ اُن لوگوں کی نسبت جنہوں نے فیلڈ کو سیکھا نہیں۔ یہ بہت آسان ہے اَب جس آدمی کے پچاس، ساٹھ سال مسجد میں پڑھتے پڑھاتے گزر گئے۔ آج وہ چاہے کہ انجینئر بن جائے تو اس کے لیے ممکن نہیں رہا لیکن ایک انجینئر جو ساری عمر انجینئرنگ پڑھتا رہا ہے چند دنوں میں وہ اپنا سارا دینی کریکٹر سیکھ لیتا ہے اور ایک دین دار انجینئر بن سکتا ہے۔ ایک ڈاکٹر جس نے ساری عمر میڈیکل پڑھا ہے ایک

بنتے ہیں وہ سارا دین سیکھ کر اچھا مسلمان ڈاکٹر بن سکتا ہے۔ اگر ہمیں بحیثیت مسلمان زندہ رہنا ہے تو ہماری مجبوری یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو مسلمان تاجر، مسلمان کاروباری، مسلمان ڈاکٹر، مسلمان انجینئر مسلمان آفیسر ثابت کریں۔

پچھلے دنوں دوستوں کے سامنے بات ہو رہی تھی مَیں نے کہا بڑی آسانی سے کہتے ہیں کہ حکومت اسلام نافذ کیوں نہیں کرتی۔ حکومت کے پاس تو ایک سٹیٹ ہے ایک بہت بڑا ملک ہے، جس کا بہت بڑا حدود داربعہ ہے۔ اِس میں مختلف لوگ رہتے ہیں پڑھے لکھے ہیں کوئی ان پڑھ ہیں کوئی غریب ہے کوئی امیر ہے۔ بے شمار پرابلم ہیں۔ ہمارے پاس تو یہ ایک باڈی سٹرکچر ہے کیا اِس پہ ہم نے اسلام نافذ کر دیا۔ ہم اپنی حیثیت دیکھیں۔ اپنے ساڑھے چھ فٹ کے باڈی سٹرکچر پہ ہم اسلام نافذ نہیں کر سکتے۔ دوسروں کو ہم کہتے ہیں آپ دس کروڑ کی آبادی پہ کیوں نہیں کرتے۔ یہ تو بڑی عجیب سی بات ہے۔ اگر ہم سے ہر ایک اپنے آپ پہ اسلام نافذ کرنا شروع کر دے تو ہمیں کوئی بھی نہیں روک سکتا۔ اسلامی ریاست از خود بن جائے گی۔ ہمارے چیف جسٹس ہوا کرتے تھے جسٹس مرزا تو انہوں نے ایک دن مجھ سے ایک سوال کیا کہ یہ نفاذِ اسلام سے آپ کی مراد کیا ہے۔ یہ جو علماء شور کرتے ہیں۔ اسلام میں کیا رکاوٹ ہے؟ کوئی عمل آپ اسلام کے مطابق کرتے ہیں؟ کیا حکومت روکتی ہے یا کوئی آپ کو منع کرتا ہے جو جس کا جی چاہتا ہے کرتا ہے۔ اسلام کے مطابق کون پریکٹس کرتا ہے؟ پھر یہ نفاذِ اسلام میری سمجھ میں نہیں آرہا۔

مَیں نے کہا بات تو سادہ سی ہے کہ ہمارا جو ذاتی عمل ہے وہ تو اسلامی ہے لیکن جو ریلیشن شپ پبلک اور گورنمنٹ کے درمیان ہے وہ غیر اسلامی ہے۔ آپ اس میں بھی اسلامی کر دیں تو بہتر ہے۔ ہم کورٹ جاتے ہیں۔ آپ کے پاس جاتے ہیں دفتر جاتے ہیں یا حکومت کا کوئی ٹیکس آتا ہے یا حکومت کی طرف سے کوئی قانون آتا ہے یا کسی بات کے کرنے کی اجازت ملتی ہے نہ کرنے کا حکم ملتا ہے تو وہ اسلامی نہیں ہوتا۔ ورنہ ہر مسلمان اپنے طور پر تو کچھ نہ کچھ کر رہا ہے۔ لیکن یہ کیسے ہوگا جب ہم نہیں چاہیں گے؟ آپ چاہیں آپ کا دفتر آباد رہے، ٹھیک ہے۔ اگر دفتر پہ زد نہ پڑی تو کچھ اسلام کا بھی ہوا تو کر لیں گے۔ مَیں بھی یہ چاہوں کہ میرا کاروبار جو ہے وہ ٹھیک رہے۔ اُس میں کوئی کمی نہ آئے۔ ورنہ تو بہت مشکل ہو جائے گا تو اس کے لیے ہمیں دیکھنا یہ پڑے گا کہ بحیثیت مسلمان پہلے تو ہم اپنا وہ فرض پورا کریں جو اسلام کے نفاذ کے لیے ہم سے ممکن ہے جو ہم کر سکتے ہیں اس کے بعد ہمیں زندہ بھی رہنا ہے اپنی اکانومی بھی دیکھنی ہے۔ بچوں کو بھی پڑھانا ہے اپنی عزت و آبرو کا پاس بھی رکھنا ہے۔ آرام کی ضرورت بھی ہے۔ وہ ساری ضرورتیں اپنی جگہ پہ ہیں۔ ساری فُل فِل کریں۔ لیکن اسلام کے ساتھ تو میرے خیال میں کوئی شے روک نہیں سکتی۔ نفاذِ اسلام کو نہ کوئی حکومت روک سکتی ہے اور نہ کوئی غیر ملکی طاقت یا پریشر روک سکتا ہے اور نہ اُسے کوئی دبا سکتا ہے۔ دُنیا کے معاملے میں کوئی شخص ایک لمحہ کھونے کو تیار نہیں اپنا ایک امیج ضائع کرنے کو تیار نہیں۔ اپنے ممکن حد تک اور یہ حق ہے ٹھیک ہے کرنا چاہیئے۔ لیکن یہی رویہ دین میں بھی آنا چاہیئے۔ کیونکہ دین تو مقدم ہے۔ دنیا تو چند روزہ ہے۔ گزر جائے گی۔ جس کے پاس محل ہے وہ بھی جس کے پاس جھونپڑی ہے وہ بھی چھوڑ کر چل دیں گے۔ تو جہاں ہمیشہ جا کر رہنا ہے جس امتحان گاہ سے گزرنا ہے جہاں جا کر جواب دینا ہے وہاں بھی تو کچھ کریں۔ اُس کے لیے ہمارے پاس سوائے خاموشی کے کچھ بھی نہیں۔ آپ کسی سے بات کریں تو جو زیادہ صاف آدمی ہوگا وہ تھوڑی سی ندامت محسوس کرلے گا۔ کہ ٹھیک ہی کہا ہے۔ اِس نے مجھ سے غلطی ہوتی ہے۔ آپ مجھے یاد دلاتے ہیں۔ تو مَیں ذرہ سا شرمندہ ہو جاتا ہوں مجھے نہیں کرنا چاہیئے تھا۔ بس اس کے بعد پھر بات برابر ہوگئی۔

ہمیں کوئی ریزن بھی تلاش کرنا ہوگی کہ ہم ایسا کرتے کیوں ہیں۔ جب ہم مسلمان ہیں۔ باپ دادا مسلمان ہیں۔ ہمارے پاس سب سے خوش قسمت قوم مسلمان ہے۔ یعنی جس کے پاس جو کتاب اللہ کی طرف سے نازل ہوئی۔ ڈیڑھ ہزار سال بعد وہ من وعن ایک ایک لفظ، ایک ایک نقطہ، ایک ایک زیر زبر ساتھ موجود ہے۔ سب سے خوش قسمت قوم ہے مسلمان اس کے پاس اپنے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک ایک کلمے کی حفاظت کا سامان موجود ہے اُن کا ایک ایک لمحہ موجود ہے۔ مسلمان بتا سکتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری زندگی کتنی گندم کھائی۔ کتنے چاول کھائے۔ کتنا لباس استعمال فرمایا، کتنے قدم آپ صلی اللہ علیہ وسلم چلے اور کتنے الفاظ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمائے۔ کتنی عجیب بات ہے۔ یہودیوں کے نبی علیہم السلام سچے تھے۔ انہیں تو اُن کی ہر بات ہی بھول گئی۔ انہیں تو حلیہ بھی یاد نہیں رہا۔ اُن کا کردار، اُن عقائد بھول گئے، عیسائیوں کے نبی عیسیٰ علیہ السلام سچے نبی تھے۔ قرآن میں موجود ہے لیکن عیسائی تو اُن کی ساری حکایت بھی بھول گئے۔ اُنہیں پتہ ہی کوئی نہیں۔ کون تھے۔ کون نہیں تھے۔ کیا حلیہ تھا۔ کیا قد تھا۔ وہ جسے پکڑتے ہیں اُس کے دو بال داڑھی کے بڑھا کر اُسے عیسیٰ بنا کر اپنا پیغمبر بنا لیتے ہیں۔ فلم میں اُن کے پاس کوئی شے نہیں ہے۔ اتھینٹک چیز ہی نہیں رہی۔ مسلمان تو وہ خوش قسمت قوم ہے کہ اُس کے پاس اُس کا سارا سرمایہ محفوظ ہے۔

دُنیا کی واحد قوم ہے جسے حج پر مَیں اکثر دیکھا کرتا ہوں۔ کہ بیس لاکھ، پچیس لاکھ، تیس لاکھ آدمی ہیں۔ وہ سارے کوئی اِدھر آ رہا ہے کوئی اُدھر جا رہا ہے۔ کوئی نفل پڑھ رہا ہے، کوئی سُنت پڑھ رہا ہے کوئی تلاوت کر رہا ہے۔ جونہی ایک شخص اقامت کہتا ہے تو وہ جلدی جلدی ختم کر لیتے ہیں۔ اللہ اکبر، اللہ اکبر، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ، اشہد ان لا الٰہ الا اللہ اَشہد اَنَّ مُحمّد رسول اللہ، اَشہد اَنَّ مُحمّد رسول اللہ۔ حی علی الصلوٰۃ حی علی الفلاح، قد قامت الصلوٰۃ قد قامت الصلوٰۃ، اللہ اکبر اللہ اکبر لا الٰہ الا اللہ۔ تیس لاکھ آدمی لائنوں میں کھڑا ہوتا ہے۔ آپ اندازہ کریں کہ یہ چند کلمات اس کے ختم کرنے سے پہلے بیس، پچیس، تیس، بیس لاکھ آدمی جو وہاں موجود ہے وہ سارے ایک لائن میں کھڑے ہوتے ہیں۔ امام اللہ اکبر کہتا ہے سارے اللہ اکبر کہتے ہیں۔ دنیا کی بڑی سے بڑی ٹرینڈ آرمی جس کی اتنی تعداد، اتنی نفری، اپنے کم نوٹس پر اِس طرح فالن ہو جائیں۔ مَیں نہیں مانتا، کوئی دنیا میں ایسا نظام ہی نہیں۔ لیکن اللہ کا کوئی بندہ انہیں سمجھاتا نہیں، کہ سجدے سے اُٹھے ہو تو جہاز کو بھی چلاؤ۔ اس طوفان کو کون روکے گا۔ یہ جو ایک آدمی کی آواز پر رکوع میں چلے گئے، اللہ اکبر پر کھڑے ہو گئے۔ ایک اللہ اکبر پر سجدے میں۔ اگر ایک اللہ اکبر پر یہ طوفان کسی طرف منہ کر لے تو اُسے کون روک سکتا ہے۔ نفاذِ اسلام کو کون روک سکتا ہے۔ لیکن وہاں پر ہر ایک کے ذاتی مفادات آ جاتے ہیں۔ سجدہ کر کے دعا مانگ کے سمجھ لیا ہمارا کام ختم ہو گیا۔ بس ہم نے حق ادا کر دیا۔ اسلام جانے اور کعبہ جانے ہم بازار میں جا رہے ہیں۔ وہاں سے بھی ہم جو کچھ لے کے آتے ہیں۔ امیر آدمی ہے تو کوئی قیمتی چیزیں لے آئے گا۔ کوئی مشینری لے آئے گا۔ کوئی جدید آلات لے آئے گا۔ کوئی گاڑی لے آئے گا لباس لے آئے گا۔ وُہ اخلاق وہ کریکٹر وہ ڈسپلن وہ سارا کچھ جو وہاں تھا وہ کہاں گیا۔ بُھلانے کے چیز تھی؟ اور دُنیا میں واحد قوم مسلمان ہے جس کے پاس آج بھی ہزاروں اختلافات کے باوجود مرکز ایک ہی ہے ساری زندگی لڑتے رہے۔ پھر سارے متحد ہو جائیں گے۔ کتنے اختلافات ہوں کتنی سیاستیں ہوں، کتنی پارٹیاں بن جائیں۔ دنیا میں کونسی ایسی قوم ہے جس کے پاس اتنے قیمتی اثاثے بھی جمع ہوں۔ اللہ کی کتاب بھی ہو۔ نبی صلی اللہ

علیہ وسلم کی برکات اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات بھی ہوں گنبدِ خضرا بھی ہو اللہ کے گھر جیسا ایک مرکز بھی ہو۔ اور پھر آبادی کے تناسب سے کہا جاتا ہے کہ چھ ارب یا چھ سو کروڑ کے لگ بھگ دنیا کی آبادی ہے۔ ساتواں ارب پورا نہیں ہے۔ اس میں کچھ اعشاریئے پڑتے رہتے ہیں۔ کبھی کم کبھی زیادہ تو اس میں دو ارب مسلمان شمار ہوتے ہیں۔ دو سو کروڑ آدمی مسلمان ہیں۔ کتنی عجیب بات ہے۔ ساری دنیا کا سرمایہ اس کے پاس، ساری قوت اس قوم کے پاس۔ جہاں تک نالج کا تعلق ہے تو میں نے ناسا کو بھی وزٹ کیا۔ سب سے بڑا سائنس کا ادارہ تو ناسا ہے۔ پانچ ڈاکٹروں پر مشتمل اس کی گورننگ باڈی ہے۔ اس میں تین مسلمان ہیں۔ یہ آج کی بات ہے۔ میں پچھلے ستمبر میں تھا وہاں تو تین مسلمان ہیں۔

لیکن ہماری مصیبت پھر وہی ہے کہ مسلمان وہ نام سے ہیں۔ مسلمانوں کے گھر پیدا ہوئے۔ اسلام کے متعلق تھوڑا بہت نالج رکھتے ہیں۔ جہاں تک پریکٹس کا تعلق ہے تو وہ کوئی نہیں۔ اس سے اسلام کو کوئی اثر پڑے فائدہ یا نقصان، اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ یورپ میں آپ دیکھیں۔ انہوں نے ایک ٹیکنالوجی دی انڈیا کو۔ اس کے جو جیٹ فائٹر تھے ان میں انہوں نے ایک نئے کمپیوٹر فٹ کیئے۔ جو راکٹ فائر کرتے ہیں۔ وہ پہلے اس جیٹ فائٹر میں نہیں تھا۔ وہ راکٹ جا انجن کو ٹریس کر کے ہٹ کرتا ہے جا کر جہاز کو۔ اس پر بڑا نخرہ کر رہے تھے انگریز اور ہماری حکومت تک پریشان تھی کہ یہ انہیں ایک عجیب ویپن مل گیا۔ یہ تو ایک عام سا فائٹر ہے۔ اب F 16 کو گرا لے گا یہ تو معاملہ ہی الٹ ہو گیا۔ کہ عام سا فائٹر جو ہے یہ بہت بڑے جہاز کو گرا دے۔ میں برطانیہ گیا معلوم ہوا جس انجینئر نے یہ سارا کچھ کیا وہ پاکستانی تھا اور وہ کہنے لگا کاش آپ مجھے کوئی ایسا پاکستانی دے دیں جسے میں یہ ساری ٹیکنالوجی سکھا دوں۔ پاکستان کو ضرورت نہ ہے کسی سے کچھ لینے کی۔ اندازہ کریں وہ نوجوان سائنٹسٹ ہے اور مسلمان ہے اور اچھا مسلمان ہے۔ لیکن وہ کیوں کہ کئی پشتوں سے وہاں رہتا ہے۔ وہیں پڑھا لکھا، وہیں جاب کرتا ہے۔

تو مسلمانوں کے پاس اسلام میں کیا نہیں ہے جب کچھ نہیں تھا اللہ کی معیت تھی سب کچھ مل گیا۔ اب سب کچھ ہے ذلیل ہو رہے ہیں اس لیے کہ اللہ کی مدد درمیان سے نکل گئی۔ اگر اب وہ لوٹ آئے تو وہ جو آپ نے ارشاد فرمایا:

ونحن اقرب الیہ من حبل الورید۔ اب وہ لوٹ آئے تو ضرورت ہی اس کی ہے باقی سب کچھ تو مسلمانوں کے پاس ہے نالج ہے سرمایہ ہے، افرادی قوت ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ لڑنے والی فوج مسلمانوں کی ہے۔ میرے ساتھ پچھلے دنوں ایک افسر سفر کر رہے تھے ورلڈ وار کے جب میں ادھر آتے ہوئے آ رہا تھا بنگلہ دیش سے راستے میں جہاز میں بات ہوئی تو کہنے لگے کہ میں اس انوسٹی گیشن ٹیم میں تھا جتنے PRISONERS OF WAR تھے۔ ان پہ انوسٹی گیٹ کیا تھا تو ان میں جرمن جنرل تھا۔ وہ کہنے لگا ہمارے جرنیل تھا۔ اس جرنیل پر ایک ذاتی سا سوال کیا کہ آپ نے بڑا تجربہ کیا لڑائی کا تو برطانیہ کی کونسی فوج کو بہتر پایا۔ وہ سوچ کر کہنے لگا کہ ان کے پاس لڑنے والی فوج تو مسلمان تھے۔ وہ توقع کر رہا تھا کہ یہ کہے گا گورکھے۔ تو اس نے کہا کہ گورکھے بہت لڑتے ہیں اس نے کہا ہاں میں لڑا ہوں اور میں بھی ایک جرنیل ہوں تو میں نے سب کو سٹڈی کیا ہے۔ گورکھے بڑی بے جگری سے لڑتے ہیں۔ لیکن ہمارا طریقہ یہ ہوتا تھا کہ گورکھوں کا کمانڈر قتل کر دو۔ پھر یہ خالی ہو جائیں گے۔ انہیں کوئی پتہ نہیں کیا کرنا ہے آپ انہیں پکڑ پکڑ کر مارتے جائیں۔ کسی کے پاس قوتِ فیصلہ نہیں تھی۔ وہ ایک کمانڈر جو کہتا تھا کرتے رہتے تھے۔ انگریز بڑی بے جگری سے لڑتے تھے۔ لیکن انگریز کا دو دن راشن بند کر دو۔ کھانے کو نہ ملے وہ نہیں لڑ سکتے۔ ملک جیتے یا ہارے۔ میں نہیں لڑ سکتا۔ اس نے

کہا سکھ بڑے لڑتے تھے اُس نے کہا دو دن شراب کی رسد بند کر دو نہیں لڑتے۔ یہ مسلمان ایک ایسی قوم تھی ان کا کمانڈر مر جائے، یہ سارے کمانڈر ہیں۔ ان کو کھانا نہ ملے یہ گھاس کبھی کھا لیتے ہیں ان کو تکلیف ہو یا دکھ ہو یہ اپنے فرض پر ڈٹے رہتے ہیں۔ ان کا ہمارے پاس توڑ کوئی نہیں تھا یا ہم مرتے تھے یا یہ مرتے تھے۔ باقی سب فوج کی کوئی نہ کوئی کمزوری ڈھونڈ لی تھی کہ کوئی چیز روک دیں۔ رُک جائے گا۔ مسلمان ایسی فوج ہے کہ ایک آدمی رہ گیا وہ بھی آخری راؤنڈ تک فائر کرتا ہے۔ کوئی کمانڈر نہیں رہا تو جو وہاں بیٹھا ہے وہی کمانڈر بن جائے گا۔ تو بہترین فوج بھی مسلمانوں کی ہے اور آج بھی ہے۔ بحمد اللہ۔

میری ناقص مطالعہ کے مطابق جو چیز ہم سے گم ہو گئی ہے اور نفی ہو گئی ہے۔ وہ وہی ہے اللہ کے ساتھ قرب۔ جو تعلق تھا اور اُسے REESTABLISHED کرنے کی ضرورت ہماری مجبوری ہے۔ قرآن حکیم نے اس کا طریقہ بتایا ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ قرآن حکیم نے ایک حکم کو اتنی دفعہ دہرایا ہے کہ کوئی دوسرا حکم اتنی دفعہ نہیں دہرایا گیا۔ اور وہ ہے اللہ کے ذکر کا یعنی آپ کوئی سیپارہ کوئی آیت کہیں سے بے دھڑک قرآن حکیم کھول لیں کوئی صفحہ پڑھ لیں۔ اُس صفحے پہ ذکر کرنے کا حکم مل جائے گا یا ذکر کرنے کا حکم ہو گا یا ذکر کرنے کے فوائد ہوں گے یا ذکر نہ کرنے کے نقصانات ہوں گے اور پوری مسلمان قوم نے باجماعت طور پر چھوڑ دیا ہے ذکر کو۔ اس کے لیے ہمارے پاس کوئی CONCEPT ہی نہیں رہا اور کوئی فرصت ہی نہیں رہی جو نماز پڑھتا ہے وہ بھی نہیں کرتا جو تبلیغ کرتا ہے وہ بھی نہیں کرتا جو حج کرتا ہے وہ بھی نہیں کرتا حالانکہ سب امور میں اللہ نے نماز کا جہاں فرما دیا:

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِى الْاَرْضِ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔

نماز ختم ہو گئی ذکر ختم نہیں ہوا۔ کام کاج کرتے ہوئے بھی ذکر کرتے رہو نماز سے فارغ ہو گئے ہو ذکر کرو۔

جہاد کے ساتھ فرما دیا:

وَاِذَا لَقِيتُم فِئَةً فَاثْبُتُوْا۔ کسی کے ساتھ مقابلہ آجائے وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ بم پھٹ رہے ہیں۔ آگ برس رہی ہے۔ اللہ کا ذکر کرو۔

(بیان۔ یوکوہاما۔ جاپان۔ ۹ فروری ۱۹۹۲ء)

دِل

پُرنم ہے کوئی چشم کر دیتا ہے اذاں دل
لُٹتا ہے کوئی اور مگر محوِ فغاں دل
راہوں میں جفا دیکھ کے آیا یہ خیال اب
کھویا ہے وفاؤں کی تمنا میں کہاں دل
پیدا ہے دوا تیرے تلاطم کی ذرا دیکھ
اے نفس ترے سامنے جلتا ہے یہاں دل
محراب کے پیچھے سے یہ آواز ہے کیسی
جھکتی ہوئی نظروں نے رلایا ہے وہاں دل
موجوں کی تڑپ دیکھ کے ساحل نے کہا یوں
ہر کرب کے پیچھے ہے زمانے میں نہاں دل
کس کا ہے یہ مسکن تجھے معلوم نہیں کیا؟
کیفیت و انوارِ الٰہی کا جہاں دل

امتیاز احمد ازہر
سٹوڈنٹ میڈیکل کالج لاہور

حضرت مولانا محمد اکرم اعوان

اسلام زندہ رہے گا

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
یَا اَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اذۡکُرُوا اللّٰہَ ذِکۡرًا کَثِیۡرًا
وَسَبِّحُوۡہُ بُکۡرَۃً وَّ اَصِیۡلًا۔ (۳۳:۴۱)

اللہ کریم کا احسان ہے کہ اُس نے اپنی راہ میں اور اپنے ذکر اور اپنے دین کے لیے ہم سب کو اکٹھا ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ اِس بات پہ ساتھی آپس میں بات کر رہے تھے کہ آخر مسلمان خود ہی دین کی فکر نہیں کریں گے تو اسلام کی فکر کرنے والا کون ہو گا۔ ایک دفعہ پیر کرم شاہ صاحب تقریر فرما رہے تھے تو ان کی ایک بات مجھے بہت پسند آئی۔ باتیں تو ساری ہی دین کی ہوتی ہیں سب اچھی ہوتی ہیں۔ فرمانے لگے اگر اب مسلمانوں کو یہ خیال ہو کہ بیتُ اللہ پہ حملہ ہُوا تو اللہ کریم ابابیل بھیج دیں گے تو یہ اُن کی غلط فہمی ہے۔ جب بیتُ اللہ کی حفاظت کے لیے اللہ نے ابابیل بھیجے تھے۔ تب مسلمان دُنیا میں نہیں تھے۔ اور جب اس اُمّت کو اللہ نے اعزاز بخشا اور نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم مبعوث ہوئے تو اس کے بعد یہ ذمّہ داری اِس اُمّت پر ہے۔ ابابیل نہیں آئیں گے۔ واقعی اُن کی یہ بات بڑی مضبوط اور اپنے اندر بڑا وزن رکھتی ہے کہ اُس کے بعد ابابیل نہیں آئے۔ صحابہؓ نے جانیں دیں۔ صحابہؓ نے خون دیا۔ صحابہؓ نے گھر قربان کیے۔ سفر کیے۔ جہاد کیے، مقابلے کیے، اور رُوئے زمین پر اللہ کے دین کو پھیلایا۔ انصاف قائم کیا اور اللہ سے بچھڑی ہُوئی مخلوق کو اللہ کے ساتھ جوڑا۔ اب قیامت تک یہ عہد نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم کی اُمّت کا ہی ہے یہ ساری ذمّہ داری آپ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے ماننے والوں اور مسلمانوں ہی پر ہے۔ ہم سب پر ہے۔ اگر ہم ہی اِس کا احساس نہ کریں پھر تو اللہ قادر ہے وہ جب دین کو باقی رکھنا چاہتا ہے۔

مسلمانوں کو یہ غلطی لگی ہوئی ہے کہ دین ہم سے قائم ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم دین سے قائم ہیں کیونکہ دین اللہ باقی رکھے گا۔ یہ اُس کا وعدہ ہے۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّکۡرَ وَ اِنَّا لَہٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ ہم نے قرآن کو نازل فرمایا۔ ہم اِس کی حفاظت کرتے ہیں۔ تو حفاظت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ قرآن آسمان پر تو محفوظ ہی ہے لوحِ محفوظ پہ تو محفوظ ہی ہے حفاظت کا مقصد یہی ہے کہ قرآن کو جاننے والے قرآن کو ماننے والے قرآن پہ عمل کرنے والے دُنیا میں زمین پہ موجود رہیں گے اور اِس کا مظاہرہ تاریخ میں ہم بارہا دیکھ چکے ہیں۔ مسلمانوں کا یہی حال تھا بُرائی تھی، بے دینی تھی عیاشی تھی۔ تاتاری اُٹھ کر مسلمانوں کے گرد ہو گئے۔ عذابِ الٰہی

کی طرح اور انہوں نے دُنیا کے ایک سرے سے دُوسرے سرے تک مسلمان ریاستوں کو تباہ کر دیا۔ یُوں نظر آتا تھا۔ جیسے اسلام کا، مسلمانوں کا نام نہیں رہے گا۔ لیکن اللہ ایسا قادر ہے کہ اُس نے تاتاریوں کو اسلام دے دیا اور سارے مسلمان ہو گئے اور اسلام کی قوت بن گئے یعنی اسلام کو اور شان و شوکت مل گئی اور جو لوگ اسلام کی حفاظت کی پرواہ نہیں کرتے تھے اُنہیں اُس کی سزا مل گئی۔ آپ دیکھ لیں کہ اللہ نے روس جیسی ظالم و جابر طاقت کو توڑ دیا اور جو مسلمان ریاستیں وہاں دبی ہوئی تھیں اور جن میں کم و بیش پچھتر اسّی سال سے کوئی کلمہ، اذان، نماز کچھ بھی نہیں تھا اب پھر وہاں احیائے اسلام ہو رہا ہے۔ اگر دُنیا کے ایک گوشے کے مسلمان ایک سرے کے رہنے والے مسلمان اِس کی قدر نہیں کریں گے تو اللہ قادر ہے ممکن ہے کسی کافر قوم کو ایمان قبول کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔ اِس کو چھوڑ دینے سے ہم مٹ جائیں گے اسلام نہیں مٹے گا اسلام کی بقا ہماری محتاج نہیں ہے ہماری بقا اسلام کی محتاج ہے۔ ہماری عزّت اسلام سے ہے ہماری بقا اسلام سے ہے ہمارا سارا وقار اسلام کا محتاج ہے۔

یہ ضروری نہیں کہ مَیں ہی سب باتیں آپ کو بتاؤں ہم سب ایک دوسرے سے سیکھتے ہیں اللہ کا دین ہے بہت سی باتیں آپ سے مَیں سیکھ لیتا ہوں۔ تو مسلمانوں کو پتہ ہے پانچ وقت کی نماز فرض ہے۔ مگر نماز نہیں پڑھتے۔ مسلمانوں کو پتہ ہے قرآنِ حکیم تلاوت کرنی چاہیئے مگر مسلمان نہیں کرتے۔ مسلمانوں کو پتہ ہے کہ نیکی پر وقت لگانا چاہیئے لیکن وہ نہیں لگاتے۔ اِس سوال کا بھی تو کوئی جواب ہونا چاہیئے کیوں نہیں لگاتے؟ ہمیں پتہ ہے ہم فلاں کارخانے میں ملازم ہیں۔ ہم اپنی پُوری کوشش کرتے ہیں وقت پر جاتے ہیں۔ کام کرتے ہیں۔ بلکہ اپنے کام میں دوسروں سے اچھا نظر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو جب ہمیں یہ خبر ہے کہ ہمیں اللہ نے دین عطا فرمایا اور ہم مسلمان ہیں۔ اب یہاں کافروں کو دیکھیں اُن کی اپنی کچھ روایات ہیں کچھ ان کی رسُومات ہیں تو وہ کافر بھی اپنی اُن رسُومات کو نبھانے کی پُوری کوشش کرتے ہیں۔ مالی نقصان برداشت کر لیتا ہے۔ لوگوں کی ناراضگی برداشت کر لیتا ہے۔ تکلیف برداشت کر لیتا ہے۔ جو اس کی رسم ہے وہ خواہ کافرانہ سہی لیکن وہ اپنی پُوری کرتا ہے کہ یہ اُن کا رواج ہے۔ آخر مسلمان کیوں نہیں کرتا۔ میرے خیال میں ہمیں اِس کا جواب بھی مسلمان ہی کے کردار میں ڈھونڈنا چاہیئے۔ کوئی کمی ہے مسلمان میں، کہیں کوئی خلا ہے۔ کہیں ایسی بات ہے جو اِس سے چھُوٹ گئی ہے کوئی ایسا خلا اور لاتعلقی کا کوئی سبب بن گیا ہے جس کی وجہ سے وہ جانتے ہوئے بھی نہیں کرتا۔ اُسے کرنا چاہیئے تھا اور وہ نہیں کرتا۔ میرے خیال کے مطابق قرآنِ حکیم کے جتنے احکام ہیں مثلاً قرآن نے نماز کا حکم دیا ہے اگرچہ لوگ نماز نہیں پڑھتے لیکن نماز پڑھنے والوں سے بھی مساجد بھر جاتی ہیں یہ آپ نہیں کہہ سکتے کہ سب مسلمانوں نے نماز چھوڑ دی۔ ایسا نہیں ہوتا ہم بیت اللہ میں دیکھتے ہیں کہ جب اذان ہوتی ہے جماعت کھڑی ہوتی ہے تو کئی لاکھ افراد اِس عظیم الشان عمارت میں زمین پر، پہلی چھت پر، دوسرے پر، تیسری چھت پر لوگ چلے جاتے ہیں۔ زمین دوز ایک ہے۔ اِس کے باوجود کئی بار دیکھا ہے دو دو تین تین میل تک باہر سڑکوں پر صفیں بن جاتی ہیں مخلوق ہی مخلوق کھڑی ہوتی ہے۔ نماز پڑھتے ہیں آپ مساجد میں جائیں شہروں میں کسی بھی اسلامی ملک میں چلے جائیں اگرچہ بے نمازی بھی بہت ہیں لیکن اذان کے دس منٹ بعد مسجد میں اندر داخل ہونے کی جگہ نہیں ملے گی اتنے لوگ نماز کے لیے وہاں ہیں اسی طرح قرآنِ حکیم

کا حکم ہے زکوٰۃ دو ٹھیک ہے مسلمانوں میں ایسے بھی ہیں جو نہیں دیتے لیکن زکوٰۃ دینے والوں کی بھی کمی نہیں ہے۔ قرآنِ حکیم کا حکم ہے رمضان کے روزے رکھو بلا عذر شرعی نہیں چھوڑے جا سکتے۔ اکثر مسلمان نہیں رکھتے ہوں گے۔ لیکن روزہ داروں کی کمی نہیں۔ بے شمار لوگ رکھ رہے ہیں۔ حج اگر فرض ہے تو کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو سرمایہ خرچ نہیں کرتے اور حج نہیں کرتے۔ لیکن کرنے والوں کو بھی باری نہیں ملتی بے شمار لوگ کرتے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے اور بڑی عجیب بات یہ ہے کہ حج کر کے بھی، نماز پڑھ کر بھی، روزہ رکھ کے بھی، مسلمان کے کردار میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ سب سے حیرت ناک بات یہی ہے کہ جو عبادت نہیں کرتا وہ تو کوئی غلطی کرتا ہے۔ چلو، لیکن جو عبادت کرتا بھی ہے۔ آپ ایک آدمی کو حاجی تو کہہ سکتے ہیں لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ مسلمان ممالک میں مسلمان حاجی جب بازار میں بیٹھا ہوتا ہے کوئی اُس پر اعتبار نہیں کرتے۔ چور ہیں یا حاجی۔ دونوں برابر ہیں ایک نماز پڑھنے والا نمازی جب دکان پر یا ڈیوٹی پہ بیٹھا ہوتا ہے تو مَیں نے نہیں سمجھا کہ کوئی اُس کا لحاظ کرتا ہو کہ جی یہ تو نمازی ہے یہ سچ بتلائے گا یا صحیح بات کرے گا کوئی تجربہ نہیں ہُوا یعنی جو مسلمان عبادت کرتے بھی ہیں اُس کے بعد بھی جب وہ عملی زندگی میں یا بازار میں یا پریکٹیکل لائف میں آتے ہیں تو بات وہی ہو جاتی ہے نہ کرنے والا، کرنے والا برابر ہو جاتے ہیں تو اُن کی وہ عبادت اُن کی وہ نماز اُن کا وہ روزہ بھی اُس پر کوئی اثر نہیں کرتا جو کہ ہونا چاہیئے۔ قرآنِ حکیم کے حکم کے مطابق اللہ کریم نے ارشاد فرمایا

اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ ط

نماز تو بے حیائی اور بُرائی سے روک دیتی ہے۔ تو نمازی نماز پڑھتا بھی ہے اور اُس سے رُکتا بھی نہیں۔

رمضان المبارک میں ہم دیکھتے ہیں کہ لوگ روزہ بھی رکھتے ہیں اور وہی چیز چار گنا ریٹ پر لے جاتے ہیں تو پھر روزہ رکھنے کی کیا برکت ہوئی کہ ایک آدمی نے چیز ایک روپے کی خریدی ہے سوا روپیہ میں بیچ رہا ہے چلو رمضان آگیا پانچ روپے کی کر دی تو وہ روزہ رکھنے سے کیا حاصل ہُوا آپ کے کردار میں کوئی فرق نہ آیا ٹارگٹ تو وہی مادی دولت جمع کرنا رہ گیا۔

تو اِن ساری باتوں میں یہ دو سوال پیدا ہوتے ہیں کہ جو مسلمان نماز روزہ نہیں کرتے آخر وہ مسلمان ہیں تو کیوں نہیں کرتے؟ دوسرا سوال اِس کے ساتھ مَیں نے جمع کر دیا کہ جو نماز روزہ کرتے بھی ہیں اُن کے کردار میں کوئی فرق کیوں نہیں پڑتا؟ ایک نماز روزہ کرنے والا مسلمان ہے کام پہ بیٹھا ہے تو ہمیں بے خطر ہو کر جانا چاہیئے کہ یہ تو نماز روزہ کرتا ہے دھوکا نہیں کرے گا۔ جھُوٹ نہیں بولے گا۔ جو کہے گا ٹھیک ہی کہے گا۔ لیکن کوئی نہیں جاتا اور جاؤ تو مار پڑتی ہے۔ دھوکا ہو جاتا ہے۔ میرا اپنا یہ تجربہ ہے مَیں کم چیزیں خریدتا ہوں الحمدللہ۔ اللہ کا احسان ہے کام کاج کے لیے ملازم ہوتے ہیں۔ تو مارکیٹ جانے کا مجھے شاید ہی اتفاق ہو لیکن اگر کبھی جاؤں۔ تو آرام سے جو چیز ضرورت ہے لے لیتا ہوں۔ مَیں راولپنڈی میں تھا میرا خیال تھا کہ ایک تھرموس لیتا چلوں۔ بازار چلا گیا تو مَیں نے اُس سے قیمت پُوچھی پتہ نہیں ایک سو اسّی یا کچھ بتائی مَیں نے کہا یار مجھے دے دو، مجھے ڈبے میں ڈال کے دے دو۔ تو اُس نے پہلے تو مجھے دیکھا پھر کہا کہ سہارا کریں۔ اُس نے تھرموس کھولا نیچے سے اس میں سے بوتل نکال۔ پھر الماری سے ایک اور بوتل شیشے کی نکال کر اُس میں ڈالی۔ اُس کو بند کیا۔ ڈبے میں ڈالا مجھے دے دیا اور کہنے لگا آپ ایک سو ساٹھ دے دیں۔ مَیں نے کہا یہ تم نے کیا کیا؟ ایک سو اسّی کہہ رہے تھے۔ اب ایک سو ساٹھ لے رہے ہو۔ وہ کہنے لگا کہ مَیں نے ایک سو اسّی مانگا تھا

اور یہ تھرموس بکتا تھا سو یا ایک سو پانچ میں۔ ایک سو دس کا جھگڑتے لڑتے بھڑتے۔ اب اس میں ہمارے لیے کوئی گنجائش نہیں بچتی۔ ایک سو پچاس کا لیا ہے ایک سو دس کا بیچنا ہوگا۔ تو گنجائش نکالنے کے لیے اِس کی اوریجنل بوتل جو جاپان کی ہوتی ہے۔ نکال لیتے ہیں دیسی ڈال دیتے ہیں۔ وہ تیس روپے کی بوتل ہوتی ہے۔ سو کا بیچ کر بھی ہمیں چالیس پچاس روپے بچ جاتے ہیں۔ آپ نے جھگڑا نہیں کیا۔ تو میں سمجھا کہ یہ تو پیسے پورے دے رہے ہیں۔ چلو اِسے بوتل بھی جاپانی دے دوں۔ میں سمجھا پھر بھی شریف آدمی ہے۔ اگر جاپانی بوتل نہ دیتا تو مجھے پتہ نہیں تھا۔ یعنی یہ ہمارا کردار ہے مسلمانوں کا۔ خریدنے والا بھی مسلمان ہے بیچنے والا بھی مسلمان ہے۔ تو کیا اسلام ہے۔ کیا اسلامی کردار ہے کیا فائدہ ہوا پھر ہمارے مسلمان ہونے کا کسی کافر سے، کسی جاپانی سے، کسی امریکن سے کسی برطانوی سے، کسی فرنچ سے، یہ توقع نہیں کرتے جسے ہم کافر کہتے ہیں۔ اُس سے ہم توقع نہیں کرتے ہمارا اپنا عملی حال یہ ہے تو اس میں بے نماز اور نمازی کا فرق بھی نہیں ہے جو نمازیں پڑھتے ہیں حج کر کے آتے ہیں کرتے وہ بھی اِسی طرح ہیں۔ اِلّا ماشاءاللہ اللہ کے نیک بندے بھی ہزاروں ہوں گے بات تو اکثریت پہ جاتی ہے اکثریت کیا کرتی ہے۔

تو میں جہاں تک سمجھ سکا ہوں اللہ کریم کا احسان ہے مجھے چونتیس پینتیس برس ہو گئے ہیں۔ اللہ کا شکر ہے اپنے کام کاج کے ساتھ یہ دینی کام کرتے ہوئے اِس شعبے میں لگے ہوئے میں نے یہ سمجھا ہے کہ اللہ کریم کا یہ جو حکم تھا قرآنِ حکیم میں کہ اُذْکُرُوا اللّٰہَ ذِکْرًا کَثِیْرًا۔ سب سے زیادہ میرا ذکر کرو اور میرا ذکر اوقات کا پابند مت رکھو کہ فرصت ملے گی تو کریں گے۔ وَسَبِّحُوْہُ بُکْرَۃً وَّ اَصِیْلًا۔ ROOND THE CLOCK جیسے انگریزی میں کہتے ہیں۔

رات ہو یا دن، صبح ہو یا شام کھڑے ہوں یا چلتے ہوں، بیٹھے ہوں کام کر رہے ہوں میرا ذکر کرتے رہو۔

اَلَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰی جُنُوْبِھِمْ۔ ہر حال میں۔ وَاذْکُرْ رَّبَّکَ اِذَا نَسِیْتَ اگر بات بھول جائے تو جیسے یاد آئے تو اللہ اللہ کرنا شروع کر دو اور قرآنِ حکیم نے سب سے زیادہ بار جس کام کا حکم دیا ہے وہ ذکرِ الٰہی سب سے زیادہ بار جس حکم کو دہرایا ہے قرآن نے وہ ذکر کا حکم ہے۔ قرآن کے بعد ہم تعاملِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے کسی نے سوال کیا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ذکر کیسے کرتے تھے تو انہوں نے ارشاد فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اپنے ہر حال میں ذکر کرتے تھے۔ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ کے الفاظ آتے ہیں اپنے ہر حال ہر صورت ذکر کرتے رہتے تھے اللہ کریم نے ارشاد فرمایا،

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدٰوۃِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ وَجْھَہٗ۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم اپنے آپ کو اُن لوگوں کے ساتھ رکھا کیجئے جو صبح شام رات دن میرے ذکر میں لگے رہتے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حجرہ مبارک سے باہر تشریف لائے آیہ کریمہ کے شانِ نزول میں موجود ہے مسجدِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں صحابہ بیٹھے ذکر کر رہے تھے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے درمیان بیٹھ گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تیرا احسان ہے مجھے جیسے لوگوں کے ساتھ رہنے کا حکم دیا ہے ویسے لوگ بھی عطا کر دیے ہیں صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کیسے ذکر کرتے تھے اِس کی گواہی بھی قرآن دیتا ہے فرمایا:

ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ
اُن کی کھال سے لے کر اُن کے دِل تک ذکر کرتے تھے اَب بلا خوف تردید ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ اِس شہر میں کوئی ذکر کرنے والا نہیں۔ ہم یہ نہیں کہہ سکتے کوئی نمازی نہیں ہے بے نماز ہوں گے نمازی بھی ہوں گے۔ ہم نہیں کہہ سکتے کوئی روزہ نہیں رکھتا روزہ نہ رکھنے والے بھی ہوں گے رکھنے والے بھی ہوں گے، ہم نہیں کہہ سکتے کوئی حاجی نہیں ہے۔ حج نہ کرنے والے بھی ہوں گے، حج کرنے والے بھی ہوں گے لیکن آپ بغیر کسی ڈر کے کہہ سکتے ہیں شہر میں کوئی بھی ذاکر نہیں تو اِس کا کوئی خطرہ نہیں۔ ملکوں کے ملک بے چراغ ہو گئے۔ افریقہ مسلمانوں کا ہے اور بہانوں سے تاویلوں سے اور غلط مغلط تاویلوں سے یہ ذکر چھوڑ دیا بڑے بڑے فضلاء سے بحث ہوتی ہے، نماز پڑھتے ہیں اور ذکر کیا ہے؟ نماز ذکر ہے اللہ کا۔ لیکن اِس کے علاوہ جب ذکر کا حکم موجود ہے الگ سے تو آپ اُس سارے کو نماز میں شامل کیوں کرتے ہیں، نماز بھی ذکر ہے لیکن نماز ہی ذکر کہنا یہ درست نہیں صرف نماز نہیں بلکہ ہر وہ کام جو شریعت کے مطابق کیا جائے وہ عملاً ذکرِ الٰہی ہے وہ کام چھوٹا ہو یا بڑا لیکن وہ اللہ کا ذکر ہے اُس میں اللہ کی یاد شامل ہے۔ اللہ کی رضا کے لیے کیا جاتا ہے ذکر ہے مگر قرآنِ حکیم کا مطالبہ اس سے الگ ہے فرماتا ہے۔

فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ۔
نماز ختم ہو گئی۔ زمین پہ پھیل جائیں۔ وَابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ اپنی روزی تلاش کریں۔ اپنی مزدوری کریں۔ کام کریں وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ اللہ کا ذکر کثرت سے تو نماز کے ساتھ ذکر کمپنسیٹ تو نہ ہو گیا۔ نماز تو ختم ہو گئی۔ اللہ کریم فرماتے ہیں نماز سے تو فارغ ہو گئے۔ ذکر سے فارغ نہیں ہوئے دکان پر ہو، مکان پر ہو، مزدوری کر رہے ہو کہیں بھی ہو بازار میں ذکر کثرت سے کرتے رہو۔

اسلام میں جہاد ریڑھ کی ہڈی ہے مُسلمانوں سے جہاد چھڑانے کے لیے کافروں نے زندگیاں لگا دیں۔ اور اربوں کھربوں روپے لگا دیئے کہ مسلمان جہاد سے رک جائیں۔ یہ جھوٹے نبیوں کے دعوے اور جھوٹے امام پیدا کر کے اُن سے فتوے لے لے کر سارا یورپ، سارا امریکہ، سارا کفر، سارے یہودی سارے نصرانی اس بات سے ڈرتے ہیں کہ مسلمان پھر جہاد کی طرف نہ آجائیں اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد موجود ہے کہ جس کے دل میں کبھی یہ خیال بھی نہیں آیا کہ میں جہاد میں شہید ہو جاؤں وہ جہالت کی موت مرا۔ اُس نے گویا اسلام کا زمانہ ہی نہیں پایا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی موجود ہے کہ دُنیا میں جو کچھ بھی ہے اُس سب سے اللہ کے نزدیک شہید کے خون کا ایک قطرہ بھاری ہے اور زیادہ عزت والا ہے۔ اب ایک آدمی گھر سے نکلتا ہے مال و دولت چھوڑتا ہے۔ بیوی بچے چھوڑتا ہے۔ آرام چھوڑتا ہے۔ جان ہتھیلی پر رکھ کر اللہ کی راہ میں جہاد کے لیے نکل جاتا ہے اُس کے درجے بہت ہیں اللہ کا اُس پر احسان بہت ہے۔ جہاد خود بہت بڑا ذکر ہے لیکن اِسے ذکر کا متبادل اللہ نے قرار نہیں دیا۔ فرمایا

اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا۔ کسی جماعت سے کسی کافر طاقت سے مقابلہ آجائے جم کر لڑو۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا۔ ذکر اللہ کا کثرت سے کرو وہاں بھی الگ سے حکم موجود ہے قرآن میں۔ لڑ رہے ہو جہاد کر رہے ہو گولی برس رہی ہے۔ آگ برس رہی ہے لیکن ذکر کرتے رہو۔

دوسرا بہت بڑا منصب جو اس اُمتِ جلیلہ کو نصیب

ہوا وہ نام تبلیغ ہے۔ اِس اُمت سے پہلے تبلیغ انبیاء علیہم السلام کرتے تھے جب کبھی واقع ہوتی اللہ نے نبی علیہ السلام مبعوث فرما دیتا۔ اِس امت کو اللہ نے یہ اعزاز دیا کہ ہر مسلمان کو مبلغ بنا دیا اور علماء کو اللہ نے یہ رتبہ دیا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں۔

العلماء امتی کالانبیاء بنی اسرائیل او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میری امت کے علماء کی وہ عزت ہے جو بنی اسرائیل میں نبیوں کی ہوتی تھی کیونکہ وہ کام ہی وہی کرتے ہیں دعوت والا اور اللہ کی طرف بلانے والا لیکن کیا تبلیغ کے ساتھ ذکر کی ضرورت نہیں؟ تو تبلیغ کر دی پھر وہ بڑا کام ہے۔ سفر کیا چلے پھرے لوگوں کے پاس گئے اُنہیں دین کی طرف دعوت دی بیان کیا یہ سارا ذکر ہے لیکن اِس سارے کے ساتھ پھر ذکر کی ضرورت ہے۔ ساری کائنات تبلیغ کرتی رہے تو ایک ایک لمحہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا گزرا ہے اُس کا مقابلہ نہیں کر سکتے ساری تبلیغ کا مرکز حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ اقدس ہے سب سے بڑا مبلغ اللہ کا رسول ہے صلی اللہ علیہ وسلم اور جن حالات میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ کی آپ اور ہم سوچ بھی نہیں سکتے۔ روئے زمین کے سارے کفر کے سامنے تن تنہا محض اللہ کے بھروسے پر صرف ایک ہستی کا کھڑے ہو جانا یہ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منصب ہے۔ خود قرآنِ حکیم گواہی دیتا ہے فرماتا ہے۔

اِنَّ لَكَ فِي النَّهَارِ سَبْحاً طَوِيلاً۔ اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم ہر طلوع ہونے والا سورج تیرے لیے بہت سی مشقتیں لے کر آتا ہے۔ کتنی عجیب گواہی ہے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں میں جانتا ہوں کل پھر جو سورج طلوع ہوگا اُس میں تجھے کتنی مشقت اُٹھانا ہے۔ کتنی محنت کرنا ہے کتنی تکلیف برداشت کرنا ہے۔ اِس کے باوجود فرمایا ساری رات مت سویا کرو۔

نِصْفَهٗ اَوِ انْقُصْ مِنْهُ قَلِيلاً اَوْ زِدْ عَلَيْهِ

آدھی رات جاگیں اُس سے کم کرلیں۔ لیکن ساری رات میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سوتے نہیں گزاریں تھوڑی ہو یا زیادہ جاگیں ضرور عجیب پیارا انداز ہے فرمایا میں جانتا ہوں انسان کا میں خالق ہوں اِس کی ضروریات کا خالق ہوں۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً۔ راتوں کو اُٹھنا تھکے ہارے آدمی کا محنت مزدوری کر کے کام کاج کر کے تھک کر لیٹے ہوئے آدمی کا بہت مشکل ہے۔ اِنَّ نَاشِئَةَ الَّيْلِ هِيَ اَشَدُّ وَطْأً۔ اُٹھنا بہت مشکل ہے۔ وَاَقْوَمُ قِيلاً۔ لیکن رات کی بات مزا دے جاتی ہے۔ اللہ کریم کو بھی یہ پسند ہے کہ جب سوئے ہوئے ساری دُنیا غفلت سے ڈوب جائے تو میرے بندے مجھ سے باتیں کریں اُس وقت کی بات مزا دے جاتی ہے جو اللہ کریم فرما رہا ہے وَاَقْوَمُ قِيلاً۔ بات کا مزا آجاتا ہے۔ رات کو اُٹھا کیجیے۔ وَرَتِّلِ الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کو پڑھا کیجیے مزے مزے سے تَرْتِيلاً۔ مزے مزے سے ٹھہر ٹھہر کر سواد لے کر پڑھا کیجیے اور پھر فرمایا میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ۔ اپنے پروردگار کے نام کی تکرار کیا کیجیے یعنی ذکر کی یہ تعین بھی فرما دی کہ میرا ذاتی نام جو ہے اُسے دہرائیں رب کے نام کا، رب کا نام تو اللہ ہے۔ اسم ذات تو صرف اللہ ہے۔ تاکید کر دی کہ اللہ اللہ کو دہرائیں کتنی دیر دہرائیں فرمایا وَتَبَتَّلْ اِلَيْهِ تَبْتِيلاً۔ اتنی بار میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم دہرائیں کہ ذہن میں دل میں دماغ میں نگاہ میں اللہ ہی اللہ رہ جائے کائنات محو ہو جائے دُنیا میں اللہ کے بعد اللہ کی کائنات میں صرف

ایک ہستی ہے جس کی کوئی مثال نہیں جس کا کوئی دوسرا نہیں جس کو کوئی سمجھ نہیں سکتا۔ پانا تو دوسری بات ہے سمجھ کوئی نہیں سکتا غالب نے زندگی میں شاید ایک ہی شعر مزے دار کہا ہے۔

؎ کہ غالب ثنائے خواجہ بہ یزداں گزاشتیم۔

کہ ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف کو اللہ کے سپرد کرتے ہیں اس لیے

آں ذاتِ پاک مرتبہ دانِ محمدؐ است صلی اللہ علیہ وسلم

وہ کہتے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کو جاننا اللہ کے بغیر کسی کی جرأت ہی نہیں ہے کوئی اُن کو کیسے جانے گا جو بھی سمجھے گا وہ صرف یہ سمجھے گا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم مجھ سے بہت بلند ہیں۔ کہاں تک آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے منازل ہیں یہ تو اُوپر والا جانے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُوپر ہے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے اُوپر صرف اللہ کی ذات ہے۔ مخلوق میں کوئی نہیں ہے اِس کے باوجود ارشاد ہوتا ہے۔ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ۔ تو پھر میری تبلیغ مجھے ذکر سے کیسے مستثنیٰ کرے گی۔ میرا جہاد یا میں کہوں میں بہت محنت کر رہا ہوں تو یہ ساری چیزیں جب تک میں ذکر نہیں کروں گا یہ چیزیں جو ہیں اِن میں اثر ہی نہیں آنے گا۔ بات دل تک جائے ہی گی نہیں۔ وہ ساری رسم ہی رہے گی میں آپ کو نیک کہہ دوں آپ مجھے نیک کہہ دیں گے لیکن جب عملی زندگی میں جائیں گے تو نہ آپ نیک ہوں گے نہ میں نیک ہوں گا۔ اِس کے لیے وہی دل چاہیئے اور اس دل کو روشن کرنے کے لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فرائضِ نبوتؐ میں شامل کر دیا اللہ کریم نے فرائضِ نبوت جو قرآنِ حکیم نے شمار کیے وہ چار ہیں۔

يَتْلُوا عَلَيْهِمْ آيٰتِهٖ۔ اللہ کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اللہ کا حبیب صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو اللہ کی طرف دعوت دیتا ہے اللہ کے کلام سے۔

وَيُزَكِّيْهِمْ۔ اور اُن کے دلوں کو پاک کرتا ہے

وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ کتاب کی تعلیم دیتا ہے۔ وَالْحِكْمَةَ اور قرآن کی تفسیر اور معانی تفاسیر اور حکمت۔ تو یہاں اگر فرائضِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں تعلیم و کتاب و حکمت سے مقدم ہے اور اللہ کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کے دلوں کو روشن کرے۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اِس طرح دل روشن کیے کہ ایک نگاہ میں جو سامنے گیا صحابی بن گیا اُس کا دل روشن ہو گیا اور قرآن نے گواہی دی کہ اُس کی کھال سے لے کر اُس کے دل تک ذاکر ہو گیا۔ صحابی کی خدمت میں جو بیٹھا تابعی بن گیا اُس کا وجود ذاکر ہو گیا۔ تابعین کے پاس جو پہنچا اُن کی صحبت میں بیٹھا اُس کا وجود ذاکر ہو گیا جو تب سے لیکر اب تک اہل اللہ نے عمریں صرف کر دیں اور اُمت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کا بہترین طبقہ آپ کو اس لائن میں ملے گا۔

؎ ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند

یہ وہ زنجیر ہے جس میں روئے زمین کے سارے شیر بندھے ہوئے ہیں۔ سب نامور سب چوٹی کے نام خواہ وہ ائمہ فقہ ہوں ائمہ حدیث یا ائمہ تفسیر ہوں جس کا نام بھی آپ لیں گے وہ بھی اِسی سلاسل ذکر میں آپ کو جکڑا ہُوا نظر آئے گا۔

؎ ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند

دُنیا کے سارے تو شیر اِسی زنجیر میں بندھے ہیں۔ اللہ نے اللہ کے ذکر کی زنجیر میں تو اب ہمارا حال یہ ہے کہ کچھ ساتھی اگر تبلیغ کرتے ہیں تو انہوں نے ذکر چھوڑ دیا اس لیے کہ ہم تبلیغ کرتے ہیں کسی نے نماز شروع کی کہ وہ ذکر کا اہتمام نہیں کہ نماز فرض ہے یہ ہم بہانہ بنا لیتے ہیں کہ یہ ذکر ہے۔

کہ بھئی یہ بھی ذکر ہے لیکن اس کے ساتھ ذکر کا الگ سے حکم موجود ہے۔ ساری زندگی آپ کھانا کھاتے ہیں روٹی غذا نہیں ہے اُس کے ساتھ آپ کو سالن کی ضرورت کیوں پیش رہی ہے ساری زندگی آپ کو ایک سالن میسّر ہوتا ہے۔ اُس پہ قناعت کیوں نہیں کرتے تین چار کی ضرورت کیوں پیش آتی ہے۔ کھانے سے پیٹ بھر گیا فروٹ کی ضرورت کیوں پیش آگئی۔ ادھر تو کبھی کوئی اعتراض نہیں کرتا کہ مَیں نے روٹی کھالی ہے فروٹ کی کیا تُک بنتی ہے مَیں نے پانی پی لیا۔ کوک پینے کی کیا ضرورت ہے۔ ایسا کوئی نہیں کرتا۔ تو پھر زیادہ سے زیادہ خوبصورت زیادہ سے زیادہ بہتر ایک چادر لے لو بدن ڈھک جاتا ہے لباس سینے کی کیا تُک ہے۔ کیا ضرورت ہے اتنے پیسے سلائی پہ خرچ کرنے کی کوئی نہیں کرتا ہر کوئی چاہتا ہے کہ بہتر سے بہتر ہو۔ اچھے سے اچھا ہو خوبصورت سے خوبصورت ہو، کھانا ہو، لباس ہو، گھر ہو۔ موٹر ہو ہم چاہتے ہیں زیادہ اچھی ہونی چاہیئے۔ دین کے معاملے میں ہم بڑے قناعت پسند ہو جاتے ہیں۔ کہ جی بس پڑھ لیا نماز گوارا ہو رہا ہے کبھی دو پڑھ لیں کبھی تین پڑھ لیں۔ کبھی ایک پڑھ لی یہ تو کوئی بات نہ ہوئی۔

تو اِس لیے جن لوگوں نے عمریں صرف کی ہیں انہوں نے بھی اپنے بزرگوں کے پاس بیٹھ کر عمریں لگا کر پوری روشنی حاصل کی جو سینہ اطہر رسُول صلی اللہ علیہ وسلّم سے چلتی ہے اور مومنوں کے دلوں کو روشن کرتی ہے اور ذاکر بناتی ہے یہ از خود نہیں ہوتا جب تک وہ تائید ساتھ نہ ہو تو بھئی یہ صرف تھیوری نہیں ہے۔ یہ ایک عمل ہے جو انعکاسی طور پر ہوتا ہے اور جو رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے سینہ اطہر سے ہوتا ہے۔ اب اُس میں مسلمانوں کو سب کو پتہ ہے۔ بیشمار سلاسل ہیں ذکر کے ہر سلسلے میں ذکر کرنے کا طریقہ تو مختلف ہو سکتا ہے اور اِس لیے ہو سکتا ہے کہ اللہ نے رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے کسی ایک طریقے پہ پابند نہیں کیا سیدھا سا حکم دے دیا کھڑے ہوئے ذکر کرتے ہو کرو بیٹھے ہوئے ذکر کرتے ہو کرو، لیٹے ہوئے ذکر کرتے ہو کرو لیکن ہر حال میں۔

وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِي نَفْسِكَ۔ اپنے رب کا ذکر اپنے دل میں کرو۔ خیفۃ مزے مزے سے لوگوں کو سنا کر نہیں لوگوں سے چھپا کر میری اور تمہاری بات حُذنَ الجھر بغیر کسی شور کے بالغدو والاٰصال صبح و شام ہر وقت ولا تکن من الغٰفلین۔ کوئی لمحہ غفلت میں مت جانے دو کوئی زندگی کا کوئی لمحہ غفلت میں مت چھوڑو۔

تو آپ لوگوں نے اپنے طبائع اپنے مزاج آزمائے کسی نے زبان سے شروع کر کے دل پہ لایا، کوئی تسبیح سے شروع ہُوا دل پہ لایا لیکن سب اللہ کے نام کو دل تک اور ذکر قلبی تک سب آئے۔ یہ اپنی اپنی قوت تھی۔ الحمدللہ اللہ کریم کا احسان ہے اللہ نے مجھے جس سلسلے کی خدمت کا موقع بخشا اِن میں مشائخ نے یہ کمال رکھا کہ یہ شروع ہی قلب سے کراتے ہیں تو یہ بڑی عجیب بات ہے۔ انہوں نے شروع ہی میں وہ قدم اُٹھایا جو بڑی محنت کے بعد سارے سلاسل میں آتا ہے کہ لوگ دل پر خیال کریں۔ انہوں نے شروع سے آدمی کو کہہ دیا کہ دل پر توجہ کر کے ذکر کرو اور الحمدللہ دل جاری ہو جاتا ہے۔ ذاکر ہو جاتا ہے۔ جاگتے ہوئے اُٹھتے ہوئے، بیٹھتے ہوئے چلتے ہوئے ہر آن اللہ اللہ کرتا رہتا ہے۔ دل ذاکر ہوتا ہے تب جا کر بات بنتی ہے اُسے شریعت پر عمل چھوٹنے لگے تو اُسے احساس ہوتا ہے کہ میرا نقصان ہو رہا ہے۔ فرشتہ نہیں بنتا آدمی سے گناہ ہو سکتا ہے۔ لیکن گناہ کی

کڑواہٹ ملتی ہے اُسے تلخی محسوس ہوتی ہے۔ وہ توبہ کرتا ہے۔ نیکی کا لطف اور ذائقہ اُسے محسوس ہوتا ہے۔ اُس کا دل چاہتا ہے نیکی کرنے کو اُسے ٹیسٹ محسوس ہوتا ہے جب دل زندہ ہوتا ہے تو اُسے یہ سارے ذائقے اور ٹیسٹ محسوس ہوتے ہیں۔

تو اس کا طریقہ یہ ہے الحمد اللہ یہ ذکر خفی اور قلبی کہلاتا ہے شروع ہی قلب سے ہوتا ہے کہ جب سانس اندر لیا جائے کہ لفظ اللہ اِس سانس کے ساتھ میرے دل کی گہرائی میں اُتر اجا رہا ہے۔ عمداً جب سانس کھینچیں تو خیال کریں کہ لفظ اللہ دل کی گہرائی۔ جب خارج کیا تو تصور کریں کہ ھُو خارج ہُوا اور ھُو کی چوٹ دِل پر لگی تو ایک رِدَم بن جاتا ہے۔

تھوڑی دیر مل کر اِس طریقے سے ذکر کر لیتے ہیں پھر دُعا کریں گے آپ سے اجازت چاہیں گے آپ کو اللہ پاک توفیق بخشے آپ اِس کو سمجھ لیں۔ اِس کو کرتے رہیں اِس کو اپنا لیں کہ اِس کو چھوڑیں نہیں تبلیغ کو موقع ملے ضرور جائیں۔ حج پہ اللہ توفیق دے ضرور جائیں، جہاد کا موقع ملے اِس سے بڑی کوئی سعادت نہیں ہے۔ ہر کام سنّت کے مطابق کریں جتنا ممکن ہو سکے لیکن ہر حال میں ذکر کو کرتے رہیں گے تو اِن سب کاموں میں جان پیدا ہو جائے گی ذکر نہیں ہوگا دل ذاکر نہیں ہوگا تو رسم ادا ہوتی رہے گی۔ اُس میں وہ مزا نہیں آئے گا۔ بڑی سادہ سی سمپل سی بات ہے۔ اِسلام کا صرف ایک شعبہ نہیں ہے یہ جو لوگ علماء آپس میں لڑتے ہیں۔ یہ زیادتی کرتے ہیں اسلام پوری زندگی کو لیتا ہے اُس میں ایک آدمی کسی بچے کو پڑھا رہا ہے، دُوسرا مزدوری کر رہا ہے۔ تیسرا کھیت میں ہل چلا رہا ہے چوتھا محاذ پہ جہاد کر رہا ہے تو چاروں مسلمان چار فیلڈ میں کام کر رہے ہیں ساری قوت اسلام کی ہے۔ اَب وہ محاذ والا کھیت والے سے لڑے کھیت والا دکان والے سے لڑے، دُکان والا مدرسے والے کو الزام دے تو یہ تو بات نہ بنی یعنی ہر آدمی ہر کام نہیں کر سکتا۔ ایک ساتھی تبلیغ کو وقت دے سکتا ہے۔ دوسرا کوئی لیکچر تیار کر کے کسی کو دے سکتا ہے۔ تیسرا کسی کے ساتھ کام کرنے والے کو اللہ کا نام بتا دیتا ہے تو وہ سارا ہی دین کا کام ہے۔ جو جو بھی کر رہا ہے اُن سب کو ایک دوسرے سے تعاون کرنا چاہیئے دین کی قوت بنے اِس کو مزید لوگوں میں بانٹنے کا سبب بن جائیں، دو اِس جماعت کے تین اُس جماعت کے چار اُس کے ہیں تو یہ تو کوئی مزے کی بات نہ ہوئی غلطی بھی ہو تو مسلمان بھائی کی غلطی کو برداشت کرنا چاہیئے۔ فرشتہ تو کوئی نہیں ہے مجھ سے بھی ہو سکتی ہے آپ سے بھی ہو سکتی ہے کسی اور سے ہو گئی اِس لیے برداشت کر لینا چاہیئے کہ کل مجھ سے بھی ہو سکتی ہے اصلاح کی کوشش پیار سے محبت سے کرنا چاہیں تو اُسے بھی سمجھا سکتے ہیں اُس کے لیے دُعا بھی کر سکتے ہیں اور اُس سے اپنے لیے دُعا کرا بھی سکتے ہیں۔ اللہ کریم ہمیں اِس کی توفیق دے اَب تھوڑی دیر پانچ چار منٹ ذکر کرتے ہیں پھر دُعا کر کے آپ سے اجازت لیں گے۔

وَ آخر دعونا ان الحمد اللہ رب العٰلمین

(سیتاما کن جاپان، ۸۔ فروری ۱۹۹۲)

نوشہرہ (سرحد)

○ مسجد کنٹونمنٹ بورڈ دفتر۔ طفیل روڈ	جمعرات بعد مغرب
○ مسجد درزیاں ۔ کیولری روڈ	روزانہ "
○ مسجد ایم۔ ای۔ ایس۔ طفیل روڈ	اتوار و بدھ "
○ مسجد میڈیکل سٹور۔ مانکی روڈ	پیر و منگل "

مولانا محمد اکرم اعوان

عمل

رب جلیل نے اپنی کتاب اِس لیے نازل فرمائی کہ اُس کے بندے اُس کی بات سنیں، اُس کے ارشادات کو سمجھیں اور اُسے قبول کریں اس پر عمل کریں۔ جہاں تک قبول کرنے کا تعلق ہے تو قبولیت کی دلیل تو عمل ہے ایک شخص کہتا ہے مَیں اللہ کی کتاب کو مانتا ہوں لیکن اُس پر وہ عمل نہیں کرتا۔ تو اس کا عمل اس کے قول کی تردید کر رہا ہے اگر مانتا ہوتا تو اس پر عمل بھی کرتا۔ اِسی لیے سوائے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ کے باقی تینوں ائمہ نے ایمان کی بنیاد عمل کو قرار دیا ہے قول کو نہیں کہ اگر عمل نہیں کرتا تو اُسے مومن شمار نہ کیا جائے۔ ایک شخص کہتا ہے مَیں ایماندار ہوں مسلمان ہوں لیکن وہ نماز نہیں پڑھتا، روزہ نہیں رکھتا، زکوٰۃ نہیں دیتا، یا حج نہیں کرتا۔ فرائض کا انکار تو ہے ہی سرے سے کفر۔ یہ بات اُس آدمی کی ہے جو بغیر کسی عذر کے کرتا نہیں ہے تین امام تو اُس کے ایمان کو قبول ہی نہیں کرتے۔ امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالےٰ علیہ فرماتے ہیں کہ اُسے مومن ہی سمجھا جائے اور حکومت وقت کو چاہیئے کہ ایسے شخص کو قید کر دے۔ اگر وہ توبہ کرے تو اُسے رہا کیا جائے لیکن اگر بغیر توبہ کے مر جائے تو پھر اُس کے ساتھ وہی سلوک کیا جائے جو باقی ائمہ ثلاثہ فرماتے ہیں اور ائمہ کا ارشاد ہے کہ ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھا جائے اور اُسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن نہ کیا جائے اس لیے کہ وہ کہتا تو رہا کہ مَیں اللہ کی کتاب کو مانتا ہوں لیکن اُس کا عمل اُس کے خلاف ہے۔

آج اگر یہ معیار واقعی برتا جائے۔ اس پر عمل کیا جائے تو آپ اپنے ماحول کو دیکھ کر اندازہ لگالیں کہ کتنے مسلمان اس قابل ہیں جن کا جنازہ پڑھا جائے۔ یہ جو ارشاد نبوی علیٰ صاحبہ الصلوٰۃ والسلام ہے کہ چالیس مسلمان جس کا جنازہ پڑھ لیں اللہ کریم سے قوی اُمید ہے کہ اُسے بخش دے گا۔ معاف کر دے گا۔ یہ بات اُن لوگوں کے لیے ہے جو جنازہ پڑھے جانے کے اہل ہوتے ہیں۔ یہ ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اُن ہی مسلمانوں کے لیے ہے جو جنازے کی اہلیت رکھتے ہیں۔ جو سرے سے مستحق ہی نہیں ہیں پڑھے جانے کے اور پڑھنے کے لیے بھی شرط مسلمان ہونا ہے تو عنداللہ جو واقعی مسلمان ہوگا۔ اُس کی بات قبول ہوگی۔ پڑھنے والے پر بھی شرائط ہیں جس کا جنازہ پڑھا جا رہا ہے۔ اُس کی بھی کچھ شرائط ہیں

تو اللہ کریم ارشاد فرماتے ہیں کہ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔
یہ بہت بڑی عظیم کتاب ہے جو اللہ کریم نے نازل فرمائی ہے۔

اور حد یہ ہے کہ اگر تم اللہ ہی کے کلام کا انکار کرتے ہو تو پھر تم مانتے کس بات کو ہو۔ نہ تو اللہ سے بڑی کوئی ہستی ہے نہ اُس کا کوئی ثانی ہے نہ اُس جیسا کوئی دوسرا ہے تو جو شخص اُس کی ہی بات کا انکار کر دیتا ہے وہ کس کی مانے گا۔ پھر فرمایا عجیب لوگ ہو کہ اللہ کی کتاب کا انکار کرتے ہو۔ تم اپنا رزق یا اپنا حصہ اللہ کے ارشادات سے انکار کو بناتے ہو۔ دنیا سے ایسے کر جانا چاہتے ہو اپنے ساتھ تم اپنا سرمایہ اِس بات کو بناتے ہو کہ تم نے اللہ کا حکم

نہیں مانا۔ اگر تمہیں عظمت باری میں شبہ ہے، تم یہ سمجھتے ہو کہ اس کے نہ ماننے کے بغیر گزارا ہو جائے گا اور کسی طرح سے جان چھوٹ جائے گی اور کوئی ہمیں بچا لے گا۔ فرمایا تمہارے سامنے مثالیں موجود ہیں۔ ایک جہان روزانہ دنیا سے رخصت ہوتا ہے۔

تم پاس بیٹھے ہوتے ہو، تمہارے دوست، تمہارے بزرگ، تمہارے والدین، تمہاری اولاد، تمہارے بھائی، نزع کی حالت میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

اگر تمہارے پاس اللہ کی اطاعت کے بغیر بھی کوئی راستہ ہے تو اُس جانے والے کو چند لمحے روک کیوں نہیں لیتے؟ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ اللہ کی گرفت سے، کسی حیلے سے تم بچ جاؤ گے، جان چھڑا لو گے، نافرمانی کر کے تمہارا کچھ نہیں بگڑے گا تو ایک دفعہ یہ تجربہ کر کے دیکھو کہ جس پہ اللہ کا مقرر کیا ہوا وقت آجاتا ہے جو حالتِ نزع میں گرفتار ہوتا ہے۔ تمہارا عزیز بھی ہوتا ہے۔ قریبی بھی ہوتا ہے اور تم بیٹھے ہوئے اُسے دیکھ بھی رہے ہوتے ہو لیکن فرمایا؛

وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَیْہِ مِنْکُمْ۔ میری قدرت کاملہ میرا قبضہ و اختیار اور مَیں تمہاری نسبت اُس کے زیادہ قریب ہوتا ہوں۔ میری قدرت کاملہ غالب ہے۔ تم کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔

وَلٰکِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ ہ تم نے تو آنکھیں بند کر لی ہیں تمہیں تو دکھائی کچھ نہیں دیتا۔ انسان کے پاس اللہ کی نافرمانی کا کوئی جواز نہیں ہے اور اُس کے پاس کوئی متبادل راستہ نہیں ہے۔ ایک ہی راستہ ہے کہ وہ اللہ کی عظمت سے آنکھیں بند کر لے۔ اسی کی پرواہ نہ کرے۔ لیکن یہ راستہ اُسے اللہ کے عذاب سے نہیں بچا سکتا۔ اللہ کی گرفت سے نہیں بچا سکتا اور اگر کوئی ایسا حیلہ ہو سکتا ہے کہ آدمی کی گرفت سے بچایا چھڑایا جا سکتا ہے تو جب کسی پہ وقت مقرر آجاتا ہے وہ نزع کی سختی میں گرفتار ہوتا ہے تو تم اُس کی مدد کیوں نہیں کرتے؟ انسان کی تخلیق اور پیدائش کا عمل بھی آسان نہیں ہے

اور دنیا میں جس قدر جاندار رہتے ہیں اُن سب میں سے مشکل اور محنت طلب انسان کا بچہ پالنا ہے۔ یہ پھر بھی ایک تعمیری رشتہ ہوتا ہے بدن کے ساتھ روح کا اور ہزار مشکلوں کے باوجود وُہ پروائیڈ کرتا ہے اور اُسے وہ مشکلات وہ تکلیفیں بھول جاتی ہیں جوان ہوتا ہے۔ بڑا ہوتا ہے۔ سمجھ دار ہوتا ہے تو اُسے ہوش ہی نہیں ہوتا کہ کبھی میں ایک بے بس بچہ تھا۔ مَیں کبھی ننھا سا تھا یا ایک کمزور تھا لیکن جب رُوح جُدا ہونے لگتی ہے اور موت کا وقت آتا ہے اور دُنیا سے برزخ کے جانے کا لمحہ آتا ہے تو وہ لمحہ بے حد سخت ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حالات میں ملتا ہے کہ انہیں اللہ نے یہ معجزہ عطا کیا تھا۔ دعا کرتے تھے تو مردہ قبر سے باہر آجاتا تھا زندہ ہو کر۔ انہوں نے کسی مردے کو زندہ کیا معجزے کے طور پہ۔ لوگوں کو دکھانا مقصود تھا پھر اُس کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ تم کیا چاہتے ہو کتنا عرصہ تم دنیا میں رہنا پسند کرتے ہو؟ مزید تمہاری زندگی کے لیے دعا کی جائے تم پلٹ ہی آئے ہو تو۔ مفسرین اس واقعہ میں لکھتے ہیں کہ وہ کہنے لگا کہ حضرت دنیا میں رہنا بجا طور پر اپنی جگہ مزے دار ہی۔ لیکن دوبارہ موت کی تلخی سے گزرنا میرے لیے ممکن نہیں ہے۔ مَیں جبکہ ایک دفعہ سکراتِ الموت سے گزرا ہوں تو اُس سے مَیں دوبارہ نہیں گزرنا چاہتا۔ مَیں دنیا میں نہیں رہوں گا۔ آپ نے جیسے مجھے قبر سے طلب فرمایا اُسی طرح دعا کریں مَیں واپس چلا جاؤں۔ ساری دنیاوی زندگی کو وہ اُن چند لمحوں کے ڈر سے قبول نہیں کر رہا تھا۔

نبی رحمت صلی اللہ تعالےٰ علیہ وعلیٰ آلہٖ وسلم کی موت کسی دوسرے انسان کی موت کی مثل نہیں تھی۔ ہر انسان کی روح قبض کر کے فرشتہ جا کر پیش کرتا ہے۔ لیکن انبیاء کا اپنا مقام ہوتا ہے اور انبیاء کی موت عام موت نہیں ہوتی۔ نبی علیہ السلام کی موت صرف یہ ہوتی ہے ہر نبی علیہ السلام کی موت صرف ہوتی

ہے کہ ان کی روح کا جو تعلق عالم دنیا سے تھا وہ تعلق وجود کا جو تعلق زندگی کا جو تعلق حیات کا جو تعلق عالم دنیا سے تھا۔ عالم دنیا سے منقطع کر دیا جاتا ہے اور اُس کا رُخ آخرت کی طرف پھیر دیا جاتا ہے۔ انبیاء علیہ السلام کی ارواح وجود مقدس سے قبض کر کے نہیں لے جائی جاتیں اور نہ عام آدمیوں کی طرح فرشتہ پیش کرتا ہے۔ فرشتے خادم ہوتے ہیں اُن کی بارگاہ کے۔ اس کے باوجود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ الہ وسلم حضرت عائشہ الصدیقہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کی گود میں آرام فرما تھے۔ آپ کے سینہ مبارک سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سر کی ٹیک لگائی ہوئی تھی اور پانی منگوایا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اور اپنے ہاتھ ڈبو کر رُخ انور پر پھیرتے تھے اور ارشاد فرماتے تھے۔ اِنَّ لِلْمُوْتِ سَکَرَاتٍ ۔ بے شک موت کے لیے تلخی تھی تو پھر دُنیا میں کسی دوسرے کے متعلق کیا تصور کیا جا سکتا ہے یہ ایک فطری عمل ہے کہ پچاس سال بیس سال دس سال اسی سال رُوح اور وجود یک جان رہ کر جب کسی دوسرے پیراسیس میں اور دوسری نوعیت کے تعلق میں جاتے ہیں اور وہ تعلق ٹوٹتا ہے تو اتنا آسان نہیں ہوتا۔ اربوں بال ہوں گے وجود پر۔ ایک بال اکھیڑیں تو ہر بال کے اکھڑنے کا الگ سے درد ہو گا۔ آپ جلد میں سے خون کا ایک ذرہ سا قطرہ نکالیں۔ محسوس ہو گا۔ تو پورے سے کے پورے روح کا تعلق بدن سے جب کٹتا ہے اور اُس کی دوسری صورت بنتی ہے تو کتنا تلخ تجربہ ہوتا ہے۔

فرمایا : تم دنیوی امور میں کبھی پیسے کی لالچ میں، کبھی اقتدار کے دھوکے میں، کبھی اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کے لیے، کبھی کوئی اور دنیوی سہولت حاصل کرنے کے لیے اللہ کی نافرمانی کرتے ہو۔ شیطان کی بات مانتے ہو۔ اللہ کی چھوڑ دیتے ہو گمراہ لوگوں کا رویہ اختیار کرتے ہو۔ اُن کی بات مانتے ہو۔ اُن کے پیچھے چلتے ہو۔ اللہ کی بات چھوڑ دیتے ہو۔ تو جب تم سخت مصیبت میں ہوتے ہو۔ پوری انسانی زندگی میں سخت ترین لمحہ موت کا لمحہ ہے تو فرمایا جب کسی پر سکراتِ موت آتی ہے تو کبھی اُسے کوئی روک سکتا ہے؟ اور اگر تم یہ سمجھے ہو کہ کسی حیلے کسی سبب کسی ذریعے اللہ کی گرفت سے بچ جاؤ گے تو پھر اُس لمحے کسی کو واپس لا کر دیکھو۔

اگر تم یہ نہیں کر سکتے اور جانے والا تمہارے سامنے چلا جاتا ہے تو فرمایا، پھر سُن لو وہ جاتا کہاں ہے اُس کے ساتھ ہوتا کیا ہے؟ اللہ کریم فرماتے ہیں دو طرح کے لوگ ہیں۔ ایک وہ لوگ جو پورے کے پورے اللہ کی اطاعت میں ڈوب جاتے ہیں۔ جن کی زندگی کا مقصد ہی اللہ کی رضا ہوتا ہے۔ اور جن کے ہر کام میں جن کی ہر حرکت میں ہر سکون میں اللہ کی رضا کی طلب ہوتی ہے۔

فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۙ اگر تو وہ اُن مقرب لوگوں میں سے ہیں جو دنیا میں رہتے ہوئے کبھی اللہ کی عظمت سے جُدا نہیں ہوئے یہ جو مقرب الہٰی کہہ دیا جاتا ہے یا قرآن نے فرما دیا۔ فَاَمَّآ اِنْ کَانَ مِنَ الْمُقَرَّبِیْنَ ۙ تو ہم کہتے ہیں جی فلاں شخص بڑا مقرب تھا اللہ کا اس کا معیار بھی کبھی آپ نے سوچا کیا ہے مقرب کا معیار یہ ہے کہ ہمارے ہر کردار سے پتہ چلے کہ اللہ ہمارے قریب موجود ہے یا ہم اللہ کے قریب موجود ہیں۔ کمانے کھانے دوستی دشمنی گھر بار ہر عمل کاروبار ہر عمل سے یہ پتہ چلے کہ واقعی یہ شخص اللہ کے رُوبرو زندگی بسر کر رہا ہے اللہ اس کے قریب ہے یا یہ اللہ کے قریب ہے۔

انسان بھی عجیب چیز ہے۔ شتر مرغ خطرہ دیکھے تو اپنا سر ریت میں ڈال لیتا ہے۔ سر اس کا ذرا سا ہوتا ہے اور وجود اونٹ جتنا ہوتا ہے۔ وجود تو زمین پہ کھڑا ہوتا ہے۔ اتنا سا سر وہ مٹی میں چھپا لیتا ہے۔ وہ سمجھتا ہے کہ جب میں نہیں دیکھ رہا تو خطرہ ٹل گیا۔ گدھا کسی درندے کو دیکھے تو بھاگنے کی بجائے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ کبوتر بلی کو دیکھے تو اڑنے کی بجائے آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ ورنہ پرندے ہیں ہم اُسے کیسے پکڑ سکتے ہیں یعنی

آنکھ بند کر کے خطرے کو بھگاتا ہے۔ اب بے عملی کا دور آیا تو لوگوں نے آخرت کو قبول کرنے اور آخرت کی تیاری کرنے کی بجائے قبر کے ثواب و عذاب کا انکار کر دیا کہ ہوتا ہی نہیں۔ تمہارے انکار کر دینے سے ٹل جائے گا؟ اگر ہم کہہ دیں گے کہ قبر میں کوئی عذاب نہیں ہوتا کوئی ثواب نہیں ہوتا تو جو ہوتا ہے وہ ٹل جائے گا؟ ہم اب کہہ دیں کہ باہر دھوپ نہیں ہے تو کیا سورج ڈوب جائیگا؟ عقائد کسی کے کہنے سے تو نہیں بدلتے۔ جنت و دوزخ کا داخلہ تو ہو گا۔ قیامت کے دن کے بعد قیامت کو فیصلے ہو کر لیکن دنیا سے جانے والوں کی اللہ کریم نے رہائش کی جگہ بنائی ہے۔ جسے برزخ کہا گیا ہے۔ قرآن کریم میں تو فرمایا جو دنیا سے جاتا ہے اگر وہ مقربین میں سے ہے۔ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ تو اُسے خوشبو ٹھنڈی اور مزے دار ہوائیں اور جنت کی نعمتیں نصیب ہوں گی۔ اُس کی قبر جو بظاہر ایک گڑھا ہے۔ لیکن اس کا رابطہ جنت سے کر دیا جاتا ہے اور وہ اُس کا خوبصورت مہمان خانہ بن جاتا ہے۔ فَرَوْحٌ وَّرَيْحَانٌ ۙ وَّجَنَّتُ نَعِيْمٍ ۝ جنت کی نعمتیں جنت کی راحتیں جنت کی خوشبوئیں جنت کی خوب صورت ہوائیں اُس کا حصہ بن جاتی ہیں۔ اگر اس سے کم درجے کا ہے لیکن راست باز ہے۔ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔ ایسے لوگ جن کا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا۔ وہ لوگ جو ہمیشہ راستی پہ رہتے ہیں۔ اگرچہ اُس درجے کا ایثار نہ کر سکا کہ قربِ الٰہی کے لیے ساری خواہشات نچھاور کر دے لیکن گناہ کی طرف بھی نہیں گیا تو فرمایا اگر اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ میں سے ہے۔

فَسَلٰمٌ لَّكَ مِنْ اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ ۝ تو اُسے بھی سلامتی نصیب ہوتی ہے۔ سکون نصیب ہوتا ہے۔ آرام نصیب ہوتا ہے۔ مقربین جیسا نہ سہی لیکن اللہ کی رحمت اُسے نصیب ہوتی ہے۔

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۙ اور اگر وہ انکار کرنے والا اور گمراہوں میں سے ہو جس نے ساری زندگی اللہ کی اطاعت نہیں کی۔ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۙ تو اُس کی مہمانی دوزخ کے کھولتے ہوئے پانی سے کی جاتی ہے۔ وَّتَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ اور اُس کا داخلہ جہنم میں ہوتا ہے۔ ایسا حال اُس کی قبر میں کر دیا جاتا ہے اگرچہ وہ حقیقتاً قبر میں جاتے قیامت کے بعد دوزخ میں داخل ہو گا۔ لیکن اس کی قبر کا حال ہی یہ کر دیا جاتا ہے کہ وہ دوزخ ہی میں داخل ہوا اور فرمایا:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ حَقُّ الْيَقِيْنِ ۝ یہ بہت کھری بات ہے۔ اس میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں۔ مقربین کا انعامات سے مستفید ہونا اَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ کا اللہ کی رحمت کو پالینا اور عذاب سے بچ جانا اور مکذبین کا گرفتارِ عذاب ہو جانا اس میں شبے کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔ یہ حق الیقین ہے۔ بڑی کھری بڑی سچی بات۔ تو اس کا انکار کرنے سے ہم نہیں بچ سکتے۔ کوئی بھی نہیں بچ سکتا۔ کیونکہ سارے انسان ایک ہی جگہ سے آ رہے ہیں اور ایک ہی سمت کو جا رہے ہیں۔ تفریق اگر انسانوں میں ہوتی ہے تو یہ تھوڑا سا عرصہ جو دنیا میں رہنے کا مل جاتا ہے۔ اس میں کوئی کافر ہو گیا، کوئی یہودی بن گیا۔ کوئی نصاریٰ بن گیا۔ کوئی عیسائی ہو گیا کوئی ہندو کوئی سکھ۔ مختلف مکاتبِ فکر اور کسی خوش بخت کو اللہ کے ساتھ ایمان نصیب ہو گیا لیکن آئے سب ایک ہی طرف سے ہیں اور جا سب ایک ہی طرف رہے ہیں۔ تو جس طرح سارے ایک ہی انداز میں پیدا ہوتے ہیں۔ ایک ہی طریقے سے دنیا میں وارد ہوتے ہیں۔ اسی طرح سب کے جانے کا راستہ بھی ایک ہے خواہ کسی کو جلا لو یا درندے کھا جائیں یا درخت پر ٹانگ دو یا قبر میں دفن کر دو برابر ہے۔ اُس کا داخلہ برزخ ہی میں ہو گا اور ان تین حالتوں میں سے ایک کا حامل وہ ہے تو جس حال کا حامل ہے اُس کے نتیجے میں جو کچھ حالت میسر ہے وہ اس کو پالے گا۔

یہ تو بڑی واضح سی بات ہے۔ ہمارے سامنے کہ ہم اپنی

سوچ اپنے نظریے اور اپنے عمل کو دیکھ کر اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ہم کس سٹیج میں ہیں کس حال میں ہیں اور کس دائرہ اثر میں ہیں اور ہمارا نظریہ کیا ہے۔ ہماری خواہش کیسی ہے اور ہم عمل کیا کرتے ہیں۔ کیا ہمارا عمل یہ اطمینان دلاتا ہے کہ ہم مقربین بارگاہ ہیں اگر ایسا نہیں تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ کم از کم ہم گناہ سے بچنے والے تو ہوں۔ اصحٰب یمین تو ہوں اعمال نامہ تو دائیں ہاتھ میں لینے والے لوگ ہوں۔ اللہ اور اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کرنے والے تو ہوں۔ پھر بھی سلامتی کا راستہ ہے لیکن اگر ایسا بھی نہیں تو پھر بہت مشکل ہے اور اللہ کریم کا ارشاد ہے۔

فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيمِ ۝ راستہ ایک ہی رہ جاتا ہے۔ اپنے رب کے عظیم نام کی تسبیح کرتے رہو ذکر کرتے رہو عبادت کرتے رہو۔ اِس لیے بھی کہ عملی زندگی بھی بغیر عبادت کے مثبت نہیں ہو سکتی۔ اللہ سے تعلق ہی اللہ کے نام کے ذکر کا اللہ کی عظمت بیان کرنے سے اور اللہ کی عبادت کرنے سے ہوتا ہے اور عبادت کر کے جو قوت حاصل ہوتی ہے اُسے اپنی عملی زندگی میں آزماؤ اور عملی زندگی میں اللہ کی اطاعت کرو صرف یہی ایک راستہ رہ جاتا ہے۔ اس کے علاوہ اپنے آپ کو انتہائی مشکلات میں مبتلا کرنے والی بات ہے۔

اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائیں۔ ہماری ٹوٹی پھوٹی عبادات کو قبول فرمائیں اور عبادت اور نیکی کی توفیق عطا فرمائیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔

(دارالعرفان۔ ۱۳ دسمبر ۱۹۹۱ء)

الفلاح فاؤنڈیشن

چترال اور گلگت سے لے کر کندھ کوٹ (ضلع جیکب آباد) تک مصروفِ کار ہے۔ اس وقت الفلاح فاؤنڈیشن طبی مشن بھجوانے، طلبہ کو وظائف دینے، ہسپتال اور سکول قائم کرنے سے لے کر یتیموں اور بیواؤں کی امداد تک مختلف کام کر رہی ہے۔

اس کی امداد کے لیے اپنی رقوم زکوٰۃ اور صدقات کی مد سے (A-361) نیشنل بنک نور پور کی بجائے اب A-238 مسلم کمرشل بنک منارہ ضلع چکوال میں بھیجئے۔

مرکزی دفتر: الفلاح فاؤنڈیشن
دارالعرفان منارہ، ضلع چکوال

بھول

محترمہ ایس. اے شمع

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا یَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَۃً وَّلَا یَسْتَقْدِمُوْنَ ٥ جب وقتِ اجل آجاتا ہے، نہ ہی ایک ساعت پیچھے ہوتا ہے نہ ہی ایک ساعت آگے۔ خواہ کوئی دولت میں قارون، تکبر میں فرعون۔ شہ زوری میں رستم کیوں نہ ہو۔ لیکن موت سے کسی کو رستگاری نہیں۔ ؎

فکرِ منزل ہو گی ان کا گزرنا دیکھ کر
زندہ دل میں ہو گیا اوروں کا مرنا دیکھ کر

انسان خواہ کیسا ہی احمق اور کتنا ہی بیوقوف کیوں نہ ہو، لیکن موت کا یقین اُس سے علیحدہ نہیں کیا جا سکتا موت کا سیاہ بادل جو اس پر آنے والا ہے اُس کے فاصلے کے حساب اور میعادِ نزول سے وہ بے خبر سہی مگر اُس کو یہ یقین کامل ہے کہ وہ میرے سر پہ ضرور آئے گا۔ خواہ وہ کیسا ہی زبردست و قوی اور جوان عمر ہو، مگر موت کے پنجے میں ضرور گرفتار ہو گا، خداوند کریم نے موت کا جو فتویٰ دے دیا ہے، وہ کسی طرح ٹل نہیں سکتا، کوئی چیز دُنیا میں ایسی نہیں ہے جسے وہ اپنا کہہ سکے، سوائے موت اور زمین کا وہ ٹکڑا جو اس کی ہڈیوں کو چھپائے گی۔ کوئی امر موت کے آنے سے زیادہ تحقیق اور موت کے آنے کے وقت سے زیادہ لاتحقیق نہیں اس واسطے انسان کو چاہیئے کہ وہ موت کے لیے ہمیشہ آمادہ رہے خواہ ظاہری حالات اس کی زندگی کی کیسی ہی تائید کریں۔ کیونکہ زندگی میں آنے کا صرف ایک راستہ ہے اور جانے کے ہزاروں راستے ہیں۔ دنیا کی زندگی موت پر موقوف ہے۔ دُنیا جب تک ہی دنیا ہے کہ ایک مخلوق مرتی ہے اور دوسری اس کی جگہ پیدا ہوتی ہے اگر ہم موت سے غافل ہو جائیں تو اُس کا مطلب یہ نہیں کہ موت ہمیں بھول گئی۔

لوگ موت کی ناحق شکایت کرتے ہیں کہ وہ ناگہانی اور اچانک آتی ہے۔ حالانکہ موت ہر جگہ موجود ہے۔ وہ ہمیں ہر جگہ ملتی ہے۔ ہر مقام پہ، ہر بہانے سے موجود ہے۔ وہ تو ہمیشہ اپنے آنے کی خبر دیتی رہتی ہے۔ ہر شخص جانتا ہے کہ میں مروں گا اور مرنے کا کوئی وقت معین نہیں، اگر یہ دونوں باتیں معلوم نہ ہوتیں تو شکایت بجا ہوتی۔ ہم روزانہ بلکہ ہر وقت اپنی آنکھوں سے امیر و غریب، بچے، بوڑھے، تندرست اور بیماروں کو مرتے دیکھتے ہیں۔ لیکن پھر بھی غفلت اس قدر اور اعمال ایسے ہیں کہ گویا ہم اس کو بالکل بھول بیٹھے ہیں۔ موت کو اکثر یاد رکھنے کا نتیجہ یہ ضرور ہوتا ہے کہ انسان دنیا کے کاموں کی بے جا ہوس نہیں کرتا اور کسی پر ظلم و ستم کرنے سے باز رہتا ہے۔ جن بادشاہوں نے ساری دنیا کو فتح کرنے کی آرزو کی، یا جن عالموں نے دنیا کے کل علوم میں کمال چاہا وہ اگر موت کو یاد رکھتے تو یہ آرزوئے بے جا

نہ کرتے۔

حضرت جبریل علیہ السلام نے ایک دن حضرت نوح علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی عمر سب پیغمبروں سے زیادہ ہوئی۔ آپ نے دنیا کو کیسا پایا؟

فرمایا: "مجھے ایسا معلوم ہوا کہ ایک مکان کے دو دروازے ہیں۔ ایک سے اندر گیا اور دوسرے سے باہر نکل آیا۔"

یعنی عاقبت کی رہگذر میں دُنیا ایک پُل کی مانند ہے۔ کوئی عقلمند پل پر اپنا گھر نہیں بناتا ہے۔

پہنچا قبرستان میں اِک بادشاہ
دیکھا اِک درویش اُس جا بیٹھا تھا
پوچھا آبادی میں کیوں آتے نہیں
بولا سب آبادی آتی ہے یہیں

حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب کسی قبر پر جاتے تو اتنا روتے کہ ریش مبارک بھیگ جاتی۔ کسی نے کہا کہ "آپؓ جنت اور دوزخ کے بیان پر اتنا نہیں روتے جتنا آپؓ قبروں پر روتے ہیں۔"

آپؓ نے فرمایا کہ میں نے آں حضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سُنا ہے کہ "قبر آخرت کی منزلوں میں سے منزل اول ہے۔ اگر اس سے مُردہ بچ گیا تو اور منزلیں اس پر آسان ہو جاتی ہیں۔ اگر اس منزل سے نجات نہ پائی تو اور منزلیں بھی کڑی ہو جاتی ہیں۔"

جو شخص کل کو اپنی زندگی کا دن تصوّر کرتا ہے وہ موت کی ناگہانہ آمد اور غیر متوقع گرفت ہی سے غافل نہیں بلکہ وجود مرگ کا بھی قائل نہیں۔

اے اہل دُنیا! جان لو کہ تمہیں بھی ایک دن مرنا ہے۔ موت کے بعد اُٹھنا اور اپنے نیک و بد اعمال کی جزا اور سزا کو پہنچنا ہے۔ پس دُنیا کے چند روز جینے پر مت بھولو اور موت کو کبھی نہ بھولو۔ دنیا مصیبت کا گھر ہے۔ فنا ہونا اس کا شغل اور دھوکا دینا اس کا شعار ہے۔ اُس کی ہر ایک چیز کا انجام زوال ہے اور اس کا ہمیشہ کسی کے پاس رہنا محال ہے۔ جب آدمی کو اُس میں تھوڑا آرام ملتا ہے تو اُس کے عوض برسوں کا رنج سامنے آجاتا ہے۔ موت ہر ایک کے سر پر قائم ہے اور اُس کا ذائقہ چکھنا سب کو لازم ہے۔ خدا کے بندو! آج تمہارا دنیا میں ایسا حال ہے جیسا تم سے پہلے لوگوں کا تھا جو تم سے عمر میں زیادہ، طاقت میں قوی آبادی میں کثیر اور مکانات میں اعلیٰ تھے۔ مگر زمانے کے انقلاب نے ان کی آواز بھی دبا دی۔ ان کے جسم قبروں میں سڑ گئے۔ شہر اُجڑ گئے، مکانات گر گئے۔ وہ عالی شان محلات، گاؤ تکیے اور مخملی فرش۔ اب پتھر اور اینٹیں، خاکِ گور اور گوشۂ لحد ہیں۔

کیا تمہیں کچھ شبہ ہے۔ کہ جیسا ان کا حال ہوا وہی تمہارا حال نہ ہو گا؟ وہی تنہائی نہ ہوگی؟ تمہارا جسم کیڑوں کی خوراک نہ ہوگا؟

نظرِ غور سے جو دنیا کی حالت دیکھی۔ ہم نے برپا یہیں ہر روز قیامت دیکھی۔ یہ دنیا تھوڑی ہے۔ اور تھوڑی میں سے بھی تھوڑی رہی ہے اور اس کا بھی شبہ ہے کہ تھوڑی بھی ہے یا نہیں۔ تو اس قلیل المیعاد اور کثیر الآلام دنیا میں کس طرح مطمئن بیٹھے ہیں۔ ہم اپنے آپ کو باقی اور باقی سب کو فانی سمجھتے ہیں۔

بادشاہوں کی عیش و عشرت اور شان و شوکت کو نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ یہ دیکھنا چاہیئے کہ کیسے جھٹ پٹ چلے جاتے ہیں۔ اور نزع کے وقت جب یہ لوگ دنیا اور دولتِ دنیا سے بجبر علیحدہ کیے جاتے ہیں۔ اس وقت ان کو کس قدر صدمہ و رنج پہنچتا ہے۔ ایک غریب مومن موت کو راحت خیال کرتا ہے۔ کیونکہ دنیا سے جاتے وقت اُن کو کسی چیز کی علیحدگی کا رنج و صدمہ نہیں ہوتا۔ موت اس شخص پر اتنی ہی زیادہ بھاری ہوگی جتنا کہ وہ تعلقات دنیوی میں زیادہ اُلجھا ہوا ہوگا۔ اس لیے جدائی کا وقت آنے سے پہلے ہی دُنیاوی آسائشوں اور لذتوں سے جُدا

ہو جانا چاہیئے، آسانی رہے گی۔

رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے "کہ میں نے دونوں آنکھیں کبھی اس طرح نہیں کھولیں جس میں یہ خیال نہ کیا ہو کہ پلکیں بند کرنے سے پہلے میری روح عزرائیل قبض کر لے گا اور کوئی نگاہ میں نے اوپر کو ایسی نہیں کی جس میں یہ خیال نہ کیا ہو کہ نیچے کو نگاہ کرنے تک میں جیتا رہوں گا اور کوئی لقمہ ایسا نہیں کھایا جس میں یہ خیال نہ کیا ہو کہ میں موت سے پہلے اس کو نگل لوں گا۔ اگر تم عاقل ہو تو اپنی جانوں کو مُردوں میں شمار کرو۔"

ایک بزرگ کا قول ہے کہ اگر بندوں کو اپنی موت معلوم ہوئی تو بڑے بڑے اونچے گنبدوں والے محل نہ بنتے۔ نہ کبھی بازار لگتا، نہ کبھی خرید و فروخت ہوتی نہ باہمی عداوت ہوتی نہ کوئی کوتوال اور پاسبان ہوتا کھُلے دروازے سب آرام سے سوتے اور یادِ خدا کرتے یہ سب جھمیلے موت کے بھولنے سے ہوئے۔

روایت ہے کہ ابتداء میں اللہ نے انسانوں کو ہزار ہزار سال کی عمر بخشی تھی۔ کہ وہ اسے عبادت میں صرف کریں گے لیکن بڑے لاپرواہ نکلے۔ انہوں نے خیال کیا کہ جب اتنی لمبی عمر ہے تو پھر کیوں نہ زندگی کا لطف اٹھایا جائے۔ زیادہ عرصہ عیش و عشرت کریں۔ جب بڑھاپا آئے گا۔ تو خدا کو یاد کر لیں گے۔ اس پر انسانی زندگی کی معیاد گھٹا کر ایک سو سال کر دی گئی۔ تاکہ وہ اس حیاتِ چند روزہ کو تو ضرور ذکرِ عبادت اور فکرِ عاقبت میں گزاریں لیکن اس کے برعکس انسانوں نے "کھاؤ پیو اور موج اڑاؤ، کل تو فنا ہونا ہی ہے" کے مقولے پر عمل کیا۔

ہم اپنے تندرست رہنے سے دھوکے میں ہیں۔ کیا بیماری کے بغیر کسی کو مرتے نہیں دیکھا؟ یا بیماری آنے میں کچھ دیر لگتی ہے۔ ہمیں موت سے پہلے اپنے حال پر رحم کھانا چاہیئے۔ یہ دنیا رہنے کی جگہ نہیں۔ اُس کے گھر ایسے ہیں کہ اس پر فنا لکھ دی ہے اور ان میں رہنے والوں نے وہاں سے چلے جانا ہے جو اس وقت آباد نظر آتے ہیں، وہ چند روز میں اُجڑ جاتے ہیں۔ اس خیال میں نہ رہیئے کہ جوانی میں موت کا آنا بعید ہے۔ بہت کم لوگ بڑھاپے تک پہنچتے ہیں کیونکہ بہتوں کو جوانی اور لڑکپن میں ہی موت آ جاتی ہے۔ موت کا کوئی خاص وقت مقرر نہیں۔ نہ صبح نہ شام نہ گرمی، نہ سردی، وقت جب آتا ہے ذرا سی دیر کا بھی پس و پیش نہیں ہوتا۔

حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ "موت کا معاملہ نہایت خطرناک ہے اور لوگ اس سے بہت غافل ہیں۔ اوّل تو اپنے مشاغل کی وجہ سے اس کا ذکر ہی نہیں کرتے اور اگر کرتے بھی ہیں، تب بھی چونکہ دل دوسری طرف مشغول ہوتا ہے۔ محض زبانی تذکرہ مفید نہیں ہے۔ بلکہ ضرورت اس کی ہے کہ دل کو سب طرف سے بالکل فارغ کر کے اس کو اس طرح سوچے کہ گویا موت سامنے ہی کھڑی ہے، جس کی صورت یہ ہے کہ اپنے عزیز و اقارب اور جاننے والے احباب کا حال سوچے کہ کیونکر ان کو چارپائی پر لے جا کر مٹی کے نیچے داب دیا۔ اُن کی صورتوں کا ان کے اعلیٰ منصوبوں کا خیال کرے اور یہ غور کرے کہ اب مٹی نے کس طرح ان اچھی صورتوں کو پلٹ دیا ہوگا۔ اُن کے بدن کے ٹکڑے الگ الگ ہو گئے ہوں گے۔ کس طرح بچوں کو یتیم، بیوی کو بیوہ اور عزیز و اقارب کو روتا چھوڑ کر چل دیئے۔ اُن کے سامان، اُن کے مال، ان کے کپڑے پڑے رہ گئے۔ یہی حشر ایک دن میرا بھی ہوگا۔ کس طرح وہ مجلسوں میں بیٹھ کر قہقہے لگاتے تھے۔ آج خاموش پڑے ہیں۔ کس طرح دنیا کی لذتوں میں مشغول رہتے تھے۔ آج مٹی میں پڑے ہیں۔ کیسا موت کو بھلا رکھا تھا، آج اُس کے شکار ہو گئے۔ کس طرح جوانی کے نشے میں مست و مدہوش تھے۔ آج کوئی پوچھنے والا بھی نہیں۔ کیسے دُنیا کے دھندوں میں ہر وقت مشغول رہتے تھے، آج ہاتھ اور پاؤں

الگ الگ پڑے ہیں۔ زبان کو کیڑے چمٹ رہے ہیں، بدن میں کیڑے پڑ گئے ہوں گے۔ کیسا کھِل کھلا کر ہنستے تھے، آج دانت گرے پڑے ہوں گے۔ کیسی کیسی تدبیریں سوچتے، حالانکہ موت سر پر تھی، مرنے کا دن قریب تھا۔ مگر اُنہیں معلوم نہیں تھا کہ آج رات کو مَیں نہیں ہوں گا۔ یہی حال میرا ہے۔ آج میں اتنے انتظامات کر رہا ہوں، کل کی خبر نہیں کیا ہوگا۔"

ع مَیں نے پوچھا جو زندگی کیا ہے
ہاتھ سے گر کے جام ٹوٹ گیا

گجرات و کھاریاں

- کوٹھی جناب لک صاحب گجرات — ہر ماہ کا تیسرا جمعہ ۱۰ ۱/۲ بجے صبح
- فرید کارز شاپ کھاریاں کینٹ — جمعہ بعد نماز جمعہ
- عسکری مسجد، ساؤتھ کالونی کھاریاں — سوموار بعد مغرب

المرشد کے سالانہ خریدار

متوجّہ ہوں

۳۱-جولائی تک آپ کی سالانہ ممبرشپ برائے ۹۲-۹۱ء ختم ہو چکی ہے۔ نئے سال ۹۳-۹۲ء کے لیے اگر آپ نے اب تک سبسکرپشن نہیں بھیجی ہے۔ تو جلدی کیجئے تاکہ آپ کی ممبرشپ جاری رہے اور المرشد کی ترسیل آپ کو رُکنے نہ پائے۔ سالانہ ۱۲۰/۰ روپے۔

تاحیات ۱۲۰۰/۰ روپے

منی آرڈر بھیجنے کا پتہ:

ایڈیٹر ماہنامہ المرشد۔ اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور

ضرورت ہے

ایسے افراد کی جو زندگی کے مختلف شعبوں میں معقول تنخواہ پر انجمن دارُالعِرفان کے مجوّزہ تعلیمی، زراعتی، تجارتی، صنعتی اور دیگر مختلف منصوبوں میں کام کر سکیں۔ ہر عُمر اور تجربہ کے افراد کی ضرورت ہے۔ جلد از جلد اپنے مکمّل کوائف اور تقرّر کے مقام سے درج ذیل پتہ پر مطلع کریں۔

بشیر احمد چوہدری

معرفت ایڈیٹر المرشد، اویسیہ سوسائٹی، کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ لاہور

دارالعرفان منارہ

دِیکھو اِیہہ ساقی دا کھُلا میخانہ جو آیا اُوہ ہویا اے مخمُور اِیتھوں
اُوہ ریشم توں ہو کے نرم گئے نیں یارو جو ہیسن زمانے دے مغرور اِیتھوں

ہر سال آوندے نیں رِنداں دے ٹولے اُوہ پی پی کے جاندے نیں مے دے پیالے
ہے جی دار ساقی اُوہ بھر بھر پلاندا تے ہو جاندے سارے ای بھرپُور اِیتھوں

لگے مینوں سُورج توں سوہنا منارہ تے ایہدا اے ہر ذرہ چَن توں پیارا
تے جیہڑا دی آیا اے خالی نہیں مُڑیا کدی وِی نہیں ٹُریا کوئی مجبُور اِیتھوں

ایہہ آقا دی نظرِ کرم دا اے صدقہ جو اُجتک اے حضرتؒ دی زندہ کرامت
کہ ہر تھاں تے بلدی اِے اوہنوں توجّہ کوئی بھاویں کِناں دی ہے دُور اِیتھوں

جو درداں تے دُکھاں نوں جھولی چ پا کے تے اِک واری آندا دوارے سخی دے
اُوہ دِلدی جو اُجڑی سی دُنیا وَسا کے تے جاندا اے پھر ہو کے مسرُور اِیتھوں

منارے چ بہہ کے منارے عرش دے ہیں نظریں نہیں آوندے اُوہ کیاں نے دیکھے
مرے شیخ دی اِک توجّہ جے ہووے تے دِس پیندا جلوہ اے کوہ طُور اِیتھوں

ایہہ محفل نبیؐ دے غُلاماں دی محفل ایہہ خاصاں دی محفل تے عاماں دی محفل
خُدا دی قسم اِیس محفل چِ رہ جائے جے لنگ جاوے جنّت دی کوئی حُور اِیتھوں

جو عشقِ نبیؐ والی بیڑی چ بہہ کے تے رحمت دے شوہ چ سفر پئے نہیں کردے
مرا شیخ اکرمؒ مدظلہ ملاح اُوہدا بن کے لنگھاندا اے ہر سال کئی پُور اِیتھوں

ہے میرا تے انجمؔ ایہہ پکّا عقیدہ کہ جِس ویلے ہُندا اے ذکرِ الٰہی
مرے شیخ دِی آندی اُودھے توجّہ تے وَساں مَیں بھاویں بڑی دُور اِیتھوں

میرے شیخ دے شیخ دا فیض جاری تے ہے مرکز جیہدا یارو آج کل منارہ
ہے کردا منوّر دِلاں نوں اُوہ انجمؔ وَنڈیندا اے اللہ دا جو نُور اِیتھوں

محمد مشتاق انجمؔ

الاخوان پاکستان

اغراض و مقاصد

-1 اس تنظیم کی بنیاد وتعاونو علی البرو التقوی (نیکی اور تقویٰ کے کاموں میں تعاون) پر ہو گی اس میں ان تمام اہل ایمان کو شامل ہونے کی دعوت عام ہے جو اسلامی نظام عدل اور شریعت کا عملی نفاذ چاہتے ہیں۔

-2 یہ تنظیم دیگر مذہبی و سماجی تنظیموں سے مشورہ و تعاون کرے گی۔

-3 تنظیم کے تمام ارکان شریعت مطہرہ کو اپنے اوپر نافذ کرنے اور اپنے اہل خانہ اور اعزہ واقربا کو شریعت پر عمل کروانے کی ہر ممکن کوشش کریں گے

-4 تنظیم مساجد کی آبادی اور بہتری کے لئے کام کرے گی اور انہیں معاشرے کا فعال اور مرکزی ادارہ بنانے کے لئے بھرپور کوشش کرے گی۔

-5 تمام ارکان اپنی پہنچ اور استعداد کے مطابق معاشرے کے اجتماعی مسائل میں بھرپور دلچسپی لیں گے اور کوشش کریں گے کہ معاشرے سے بے انصافی اور ظلم و ستم کا خاتمہ ہو سکے۔

-6 تنظیم کے ارکان اپنے تمام معاشرتی' قانونی اور معاشی مسائل میں رہنمائی اور فیصلے کے لئے تنظیم سے رجوع کریں گے۔

-7 باہمی معاملات کے حل کے لئے ہر ضلع میں مصالحتی عدالتیں قائم کی جائیں گی۔ جو تمام فیصلے شریعت کے مطابق کریں گی۔

فارم رکنیت

الاخوان

نام ________ ولدیت ________

عمر ________ پیشہ ________

موجودہ پتہ ________

____

مستقل پتہ ________

____

فون نمبر دفتر ________ گھر ________

میں الاخوان کا رکن بننا چاہتا ہوں۔ میں اس کے منشور کی مکمل پابندی کروں گا۔ اس میں میرا مقصد صرف اور صرف اللہ تعالٰی کی رضا کا حصول ہے۔ میں خود اپنے پر اور اپنے اہل خانہ پر شریعت کا نفاذ کروں گا اور اپنے دوستوں اور اعزہ و اقربا کو اس کی ترغیب دوں گا کہ وہ شریعت پر عمل کریں نیز ہر قسم کے تنازعات میں الاخوان کے مقرر کردہ حکم کے فیصلوں پر بلا چون و چرا عمل کروں گا۔

دستخط ________

تاریخ ________

اسرار التنزیل

	غیر مجلد	مجلد آرٹ پیپر
جلد اوّل	۱۰۰/--	۱۹۰/--
جلد دوم	۸۰/--	۱۳۰/--
جلد سوم	۷۰/--	۱۳۰/--
جلد چہارم	۸۰/--	۱۳۰/--

منی آرڈر یا ڈرافٹ بھیج کر منگوا سکتے ہیں

اویسیہ کتب خانہ، اویسیہ سوسائٹی کالج روڈ ٹاؤن شپ، لاہور

شیخ المکرم حضرت مولانا محمد اکرم مدظلہ

کے بیانات کی وڈیو کیسٹس تیار ہو چکی ہیں

وڈیو کیسٹ

رمضان المبارک			کیسٹ نمبر
۲۱	۲۲		۱
۲۳	۲۴	۲۵	۲
۲۶	۲۷	۲۸	۳
۲۹	۳۰		۴
تقریب رونمائی غبارِ راہ لاہور			۵
اجتماع لنگر مخدوم			۶

/۲۵۰ روپے فی کیسٹ مع /۱۰ روپے ڈاک خرچ، بنک ڈرافٹ یا منی آرڈر ناظمِ اعلیٰ کے نام بھیج کر منگوا سکتے ہیں،

ناظمِ اعلیٰ اویسیہ سوسائٹی۔ کالج روڈ۔ ٹاؤن شپ۔ لاہور

www.QuranTafseer.net

الحمدللہ کوشش کی گئی ہے کہ سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کے حوالے سے تمام کتابیں اور آڈیو وڈیو بیانات کو آپکی سہولت کے لیے ایک جگہ پر اکٹھا کر دیا جائے اور تازہ جمعہ بیانات بھی آپ فوراسن سکیں۔ویب سائیٹ کی اینڈرائیڈ اپلیکیشن بھی موجود ہے

آپ اپنے اینڈرائیڈ موبائل میں پلے سٹور سرچ میں جا کر نیچے دیئے گئے الفاظ لکھ کر آسانی سے یہ اپلیکیشن سرچ کر کے انسٹال کر سکتے ہیں۔

اس ویب سائیٹ اور اپلیکیشن سے آپ یہ سب کچھ حاصل کر سکتے ہیں۔

1- مفسّر، مترجّم ومفکّرِ قرآن حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کی آڈیو، وڈیو اور تحریری تینوں طرح کی مکمل 30 پارہ اردو تفسیر اور مکمل 30 پارہ پنجابی تفسیر آڈیو وڈیو۔ 2- مشکوۃ شریف احادیث کی تشریح آسان ترین انداز میں آڈیو اور وڈیو بیانات۔ 3- اگر آپ کو قرآن ناظرہ پڑھنا نہی آتا یا آپ نے قرآن پڑھنا بہت پہلے سیکھا مگر اب صحیح تلفظ سے نہی پڑھ سکتے تو اب آپ دس دس منٹ کی کچھ وڈیوز دیکھ کر ناظرہ قرآن روانی سے پڑھنا سیکھ سکتے ہیں۔ 4- اس زمانہ کے سب سے مشہور 4 قاری صاحبان قاری مشری صاحب قاری السدیس صاحب قاری عبد الباسط صاحب اور قاری عادل الکلبانی صاحب کی آواز میں پورے قرآن کی آڈیوز سن سکتے ہیں۔ 5- حضرت مولانا امیر محمد اکرم اعوان رحمتہ اللہ علیہ کا نعتیہ کلام 6- ذکر کرنے کا ایسا طریقہ جس سے آپ کا دل اور جسم کا ہر ذرہ اللہ کا ذکر کرنے لگے مکمل تفصیلات موجود۔ 7- پچھلے دس سال کے سالانہ اور ماہانہ روحانی اجتماعات آڈیو وڈیو بیانات کا خزانہ 8- اسلامی سوال جواب ٹی وی پروگرام المرشد کی تمام آڈیوز وڈیوز۔

9- سلسلہ نقشبندیہ اویسیہ کی تمام کتابیں اور 1981 سے آج تک کے تقریبا تمام المرشد میگزین پی-ڈی-ایف میں ڈاؤن لوڈ کے لیے موجود۔ جلسوں، جمعہ بیان، سالانہ، ماہانہ اجتماعات کے بیانات کی تازہ آڈیوز فورا اپلیکیشن اور ویب سائیٹ پر آپ سن سکتے ہیں۔ آئی فون، ونڈوز موبائل اور کمپیوٹر والے حضرات یہ سب کچھ اوپر دی گئی ویب سائیٹ سے حاصل کر سکتے ہیں۔

آپ کی سہولت کے لیے سلسلہ کی کوئی بھی کتاب یا کسی بھی پارہ کی تفسیر پی-ڈی-ایف میں آپ کو اپنے وٹس ایپ پر چاہیے ہو تو اس نمبر پر کتاب کا نام یا پارہ نمبر بتا کر اپنے وٹس ایپ سے میسج کر کے حاصل کر سکتے ہیں۔ 03235205255